بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

تمام خط و کتابت بنام مینیجر | قیمت بہر حال پیشگی | مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۳

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے ۲ / عہ

[illegible]

عرض حال

فروری کا رسالہ سنہ ۱۹۱۲ء کی قیمت تشحیذ وصول کرنے کے لئے وی۔ پی کیا گیا تھا جن احباب نے ازراہ کرم فرمائی وی۔ پی لے لیا۔ ان کا شکریہ۔ مگر جن دوستوں نے باوجود پہلے نوٹس دئیے جانے کے پھر بھی واپس بصیغہ انکاری کیا۔ وہ اپنے طرز عمل پر خود ہی غور فرمائیں۔ ہم نے تو احباب سے یہ التزام کیا۔ کہ ان کو دوبارہ رسالہ بھجوا دیا۔ تاکہ ان کا فائل مکمل رہے۔ ورنہ اس سے پہلے تا وصولی قیمت وہ پرچہ واپس شدہ نہیں بھیجا جاتا تھا۔ وی۔ پی واپس کرنیکا صرف یہی نقصان نہیں کہ قیمت بروقت وصول نہیں ہوتی۔ بلکہ ۲ر فی وی۔ پی کے حساب سے ایک معقول رقم ہنجاتی ہے اور عموماً تہائی وی۔ پی واپس آجاتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ اب ہمارے مہربان دوست بذریعہ منی آرڈر قیمتیں بھجوا دیں گے بعض ان میں سے ایسے ہیں۔ جنہوں نے پچھلے سال کی قیمتیں بھی نہیں دیں۔ وہ جلد توجہ فرمائیں۔

اعانت تشحیذ کی مد میں جلسہ کے بعد تینتیس روپے حضرت خلیفۃ المسیح کا عطیہ وصول ہوا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔ جن دوستوں نے ابھی تک اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا۔ وہ توجہ فرمائیں۔ تو میں بعد ادائے قرضہ بار بار سمع خراشی نہ کروں۔

تحسین سخن شناس محب مکرم مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل کے مضمون تصحیح الصلوۃ مندرجہ تشحیذ ماہ جنوری کے بارے میں مکرمی منشی خادم حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا روحی کا مضمون مجھے بہت پسند آیا۔ ان کو اور آپ کو بسیار کے عرض کرتا ہوں کہ نہایت قابلیت سے لکھا گیا۔ اور اسکی واقعی ضرورت تھی۔ اس تصدق حسین کے جواب شیعوں نے بھی دیئے ہیں۔ مگر وہ اس حد تک وسعت نظری و تحقیق سے نہیں لکھے گئے۔ خدا کے فضل سے شیعہ پر احمدیہ جماعت کا احسان ہے۔ کہ ان کے ایک گمکردہ حقیقت کا ناطقہ کمال خوبی سے بند کر دیا گیا۔ اور اہلسنت پر بھی ہے جو کہ ملوانوں کے جواب میں اس مضمون کو جو مثبت تواتر اسلامی اور قدیم مسلمانوں کے فرقوں کی مرویات پر مبنی ہے بڑے اطمینان سے پیش کر سکتے ہیں۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء

ہدیۂ احمدی مہاجر بیاد گار آریہ مسافر

۶ مارچ کا دن

وہ دن ہاں ہاں! وہ دن!! جس نے آتے ہی ہمارے دلوں میں سشری پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کی یاد از سر نو تازہ کر دی۔ بیشک اس کیلئے ۶ مارچ کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں۔ تھوڑا ہے۔ جتنا احسان تسلیم کریں کم ہے۔

یہی وہ دن ہے۔ جس دن شری پنڈت آریہ مسافر جی اس عالم فانی سے سدھارے۔ یہی وہ دن ہے۔ جبدن اونہوں نے وصیت کی کہ "میرے بعد تحریر کا کام بند نہ ہو۔" بیشک وہی ۶ مارچ ہے۔ جس دن کیلئے ہماری آنکھیں انتظار میں تھکی جارہی تھیں۔ لاریب یہی وہ ۶ مارچ ہے۔ جبدن کے لئے انتظار تھا۔ کہ کسی طرح یہ روز جلد آئے۔ اور احمدی مہاجر شری پنڈت آریہ مسافر کی وصیت پر عمل پیرا ہوتا ہوا اس روشن دن۔ شہرۂ آفاق دن۔ مشہور و معروف دن۔ مذہبی دنیا کی یادگار دن۔ صداقت کی فتح کے دن۔ الہی طاقتوں کے ظہور کے دن۔ آریہ مسافر کی یادگار۔ ہاں ہاں یادگار بھی وہ جو یادگار ہی رہے۔ منائے

بحسب ارشاد آریہ مسافر تحریر کے ذریعہ اُن بہولے بھٹکے سماجی دوستوں کو اُس نور سے اُس صداقت سے ہاں ہاں اس فیض سے خبردار کرے۔ جس سے بوجہ مسافر ہونے کے خود شری پنڈت پنڈت صاحب موصوف محروم رہ گئے۔ مسافر سفر میں ہو۔ تو اس کو جانے کی بہت جلدی ہوتی ہے۔ وہ دوسرے کی بات اطمینان اور دلجمعی سے نہیں سُن سکتا۔ خواہ وہ بات اُس کے لئے کتنی ہی سودمند فائدہ مند کیوں نہ ہو۔

پس سماجی بہنو! بیشک پنڈت صاحب مسافر تھے۔ اس لئے اُن کو اُن کے فائدہ کی باتیں سُنائی گئیں۔ مگر وہ جانے کیلئے جلدی کر رہے تھے۔ اس لئے اُن کو سُن نہ سکے۔ اور اس فائدہ اور انعام سے محروم رہ گئے۔ جسکے ذریعہ ان کا آخری سفر بھی خیر و خوبی اور برکت کے ساتھ سماپت (ختم) ہو جاتا۔ مگر خیر تم ہی ایسے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ سبق لو۔ اور اس نور کو فوراً قبول کر لو۔ جسکو خاص اس زمانہ کا مامور دنیا میں لایا۔ جانتے ہو۔ وہ الہی مامور کون ہے؟ وہ وہی ہے۔ جس کی آمد کی خبر بدھ دے گیا۔ موسیٰؑ کہہ گیا۔ عیسےٰؑ نے بیان کیا۔ شری دیاس جی نے ظاہر فرمایا۔ بلکہ کائنات کے سردار نبی اکرم صلعم نے اپنا سلام دیا۔ اور ہمارے ہی صوبہ کے مشہور ولی اللہ حضرت باوا نانکؒ نے بھی اس کی آمد کی خبر دی۔

وہی مامور ہے۔ جس کا نام نامی اسم گرامی **شری کرشن رودر گوپال مسیح موعود قادیانی** ہے۔ یہ وہی مامور ہے۔ جس سے پیچھا چھڑانے کے لئے ایک مسافر نے کہدیا تھا۔ کہ تم خود ہی تین سال کے اندر ہلاک ہو جاؤ گے مگر الٰہی طاقتیں غیبی امداد جسکے اوپر سایہ کئے ہوئے تھیں۔ وہ بالکل امن و امان میں رہا۔ بلکہ اس نے اپنے مولا سے خبر پاکر اس بھولے مسافر کیلئے پیشگوئی کردی۔ کہ تمہارا وہ سفر جس کے لئے مسافر بنے ہوئے ہو۔ چھ سال کے اندر عید کے دوسرے روز ختم ہوجائے گا۔ اور تم وہیں پہونچ جاؤ گے۔ جہاں جانے کے لئے **کلیات جیسا زادراہ اکٹھا کیا ہے**!

پنڈت لیکھرام صاحب جن کی آج ہم یادگار منانے لگے ہیں۔ اپنی کلیات آریہ مسافر میں اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ سناتن دہرم والوں کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ کہ پوران شری وید بیاس جی نے بنائے۔ بلکہ موجودہ اٹھارہ پران ویاس جی سے بہت بعد مختلف زمان میں تصنیف کئے گئے۔

ہمارا یہ کام نہیں۔ کہ اسوقت سناتن دہرم کا ڈیفنس کریں۔ یہ کام بہت عمدہ طور سے سناتن اصحاب خود کرسکتے ہیں۔ ہم نے صرف یہاں پنڈت صاحب ممدوح کے اس ادعا کی حقیقت ظاہر کرنی ہے۔ جو وہ بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"ہم اپنی برسوں کی تحقیق کردہ ذخیرہ سے مندرجہ ذیل ثبوت پیش کرتے ہیں"۔ کلیات ص۲۷

"آریہ مسافر" نے برسوں جو تحقیق کی ہے۔ اسکی حقیقت "احمدی مہاجر"۔ ناظرین کے سامنے رکہتا ہے۔ آریہ سماجی حضرات بھی اپنے شہید کی تاریخی و علمی تحقیق کی داد دیں۔

پنڈت صاحب کا پہلا بیان یہ

"ہمارے ودوانوں کی اسبارے میں ایک رائے ہے۔ کہ اٹھارہ پوران مہابھارت سے پیچھے تصنیف ہوئے"۔ کلیات ص۲۷

"ہمارے عالموں کی اس بارہ میں بھی ایک رائے ہے۔ کہ اٹھارہ پوران مہابھارت کے پیچھے بنائے گئے۔ اور پورانوں میں مہابھارت کا ذکر ہے۔ مگر مہابھارت میں پورانوں کا ذکر نہیں ہے۔" کلیات صـ۱۸ کالم ۲

پنڈت صاحب! کاش آپ نے "برسوں" کی بجائے مہابھارت کا ایک دفعہ سرسری طور سے ہی مطالعہ کر لیا ہوتا۔ تو یہ الفاظ اپنے قلم سے لکھکر خواہ مخواہ اپنی مذہبی واقفیت کی پردہ دری نہ کراتے۔

دیکھیئے!

اشٹادش پورانانی کرتوا ستیہ وتی سوتہ : پشچار بھارتم آکھیانم چکرے تدپم ورہتم۔ (مہابھارت)

یعنی شری ویاس جی نے پوران بنانے کے بعد مہابھارت بنایا۔ اب مہابھارت کا ایک حوالہ اور نقل کرتے ہیں۔ اور وہ بھی خاص "آریہ مسافر" کی کلیات سے:۔

پورانم مانو و دھرمم انگو وید۔ استیادی

ترجمہ۔ برہمن۔ منوسمرتی وید معہ وید انگ آئیوروید۔ ان چاروں کی آگیا (حکم) ضرور ماننی چاہیئے۔ کبھی ان کے ارشاد سے انکار نہ کرے" کلیات مسافر صـ۹ کالم ۲

معزز ناظرین! مہابھارت کا اس سنسکرت شلوک کا پہلا لفظ صاف طور سے پوران لکھا ہے۔ مگر پنڈت صاحب نے ہٹ دھرمی کی وجہ سے پوران کی جگہ برہمن لکھدیا۔ جو ایک نیک نیت محقق کی شان کے سراسر خلاف ہے۔ اور بھی بہت سے حوالہ جات مہابھارت میں اس قسم کے ہیں۔ جن میں پورانوں کا نام اور تذکرہ موجود ہے۔ مگر پنڈت صاحب کے غلط ادعا کو توڑنے کے لئے دو ہی کافی ہیں۔

(۲) "پوران کس نے بنائے" کا ایک نرالا مزید ثبوت فرماتے ہیں:۔

دیوی بھاگوت میں لکھا ہے۔ کہ ایک راجہ کا لڑکا کسی ایک ملیچھ ویشیا پر عاشق ہو کر دھرم سے پتت ہو گیا۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے۔ کہ جب مسلمان نہیں آئے تھے۔ تب مسلمان رنڈیاں بھی موجود نہ تھیں۔ اور جب مسلمان رنڈیاں نہ تھیں تو ان پر کوئی

عاشق بھی نہ ہو سکتا تھا۔اس سے ظاہر ہے۔کہ دیوی بھاگوت مسلمانوں کے زمانہ میں بنا ہے اور بیاس جی نے نہیں بنایا۔ الخ ... کلیات ص۱۸۵ کالم ۱

شنائع ہندوؤں سے اور گالیاں مسلمانوں کو۔جبکہ ساناتن دھرم والوں سے اور دشنام وہی سے مسلمانوں کا دل چاک کرنا۔بحث معتقدین پوران سے اور گند کو توحید کے علم برداروں کے سر تھوپنا۔افسوس! افسوس!! بیشک ہم پہلے ہی جانتے تھے۔کہ مسلمانوں کیلئے آپکے دل میں بہت تعصب ہے۔مگر آج اظہر من الشمس ہو گیا۔

پنڈت جی ایہ تو بتلا دیا ہوتا۔کہ مسلمانوں توحید کے پرچارکوں۔سچائی کے فدائیوں۔دین کے شیدائیوں کی مبارک آمد آمد سے پہلے کیا ہندوستان میں رنڈیاں نہیں تھیں؟ کیا اس سے پہلے بھارت ورش زناکاریوں سے خالی تھا؟ کیا ویدک زمانہ میں نٹڈیاں بن سنور کر بالاخانوں پر بیٹھ کر دل نہیں لبھاتی تھیں؟

تاریخدان اور ویدک لٹریچر سے واقف کہہ اٹھینگے۔کیوں نہیں!

آمدم بر سر مطلب۔لیکھرام جی نے اول تو دیوی بھاگوت کے اسکند اور ادھیائے شلوک کا کوئی پتہ ہی نہیں دیا۔حوالہ ملنے پر تحقیق ہو سکتا۔کہ پنڈت صاحب کا قول کہاں تک صحیح ہے۔

پھر آپ نے جو ملیچھ کا ترجمہ مسلمان اور ویشیا کا ترجمہ مسلمان رنڈی کیا۔اس کا ثبوت کیا ہے؟

سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔کہ صاف صاف الفاظ نہ بولنے والے کو بھی ملیچھ کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو پوران بدھی)

(۳۸) پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر۔پادری کھڑک سنگھ صاحب سابق پنڈت کھڑک سنگھ آریہ۔

احمدی بھائیو! یہ وہی کھڑک سنگھ صاحب ہیں۔جو حضرت مسیح موعودؑ کرشن قادیانی سے تحریری بحث روحوں کی انادیت وغیرہ پر کرتے رہے۔اور ایک دفعہ قادیان بھی آئے۔مگر حضرت صاحب کے زبردست سوالات سے لاجواب ہو کر واپس چلے گئے۔آریہ سے مسلمان ہونے کی تو توفیق نہ ملی۔ہاں عیسائی مذہب ضرور اختیار کر لیا)

کا اعتراض وید پر نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ :۔

"وید میں نہ تو کسی تاریخی واقعہ کا بیان ہے۔ اور نہ کسی خاص راجہ کا نام و نشان نہ وید تواریخ ہے۔ اور نہ تاریخی زمانہ سے بلحاظ واقعات کے کچھ تعلق ہے

. . . . . ہر ایک آریہ ممبر کا دعوٰئے ہے۔ کہ وید میں کسی آدمی کا خصوصاً نام نہیں ہے۔ اور نہ وید کا تاریخ سے کچھ تعلق ہے۔ اسی واسطے وید اناد (ازلی) اور بلحاظ پستک (کتاب) کے سب سے قدیم ہے۔ اگر دنیا میں کوئی مرد میدان ہے۔ تو اس کی تردید کرے۔ اور ثابت کر دکھلائے۔ ورنہ دوست نمے رسد انگور ترش است" کی کہاوت مخالفوں کے حق میں موزوں رہیگی۔" کلیات صد ۳۰۹ کالم ۲

اگر آریہ سماج کے "آریہ مسافر" کے اس چیلنج کا جواب آجتک کسی نے نہیں دیا تو آج خدا کے فضل و کرم سے احمدی سماج کا " احمدی مہاجر" ترکی بتر کی مسکت جواب دیتا ہے۔ کیا ہوا اس وقت لیکھرام صاحب اپنے چیلنج کا جواب سننے کیلئے دنیا میں نہیں۔ اُن کے مداح اور ہمخیال تو ہیں۔ وہی سُن لیں۔

سوامی دیانند ستیارتھ ہندی صد ۲۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس لئے جو کچھ وید وغیرہ شاستروں میں دیوستھا و اتہاس لکھے ہیں۔ وہ ہی قابل تسلیم ہیں۔"

یہاں سوامی جی نے ویدوں میں اتہاس یعنی تاریخ کا اقبال کیا ہے۔ ایک مطالبہ تو لیکھرام صاحب کا ان کے گورو کے قلم سے ہی پورا کر دیا۔ اب دوسرا مطالبہ کہ " ویدوں میں کسی شخص کا نام نہیں"۔ یہ بھی انہی کے سوامی کے یجروید بھاش ہندی میں سے دکھلاتے ہیں۔

"یجروید کے منتر نام اختیار کرنے اور چھوڑنے لائق کاروبار کے لائق۔ وام دیو رشی نے جانے و پڑھائے"۔ یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۴

ویدوں سے ایک رشی کا نام بھی نکل آیا۔ اور وہ بھی پنڈت صاحب کے رشی مہرشی کے بھاش کے اندر۔

تیسرا مطالبہ کہ ویدوں میں کسی راجہ کا نام نہیں۔ سو اس کے لئے دیکھو
"سسا بھدر سیدہستی راسٹڑسے داگیا پریکھشتہ"
(اتھروید کانڈ ۲۰۔ پرپاٹھک ۱۲۷ منتر ۱۰)
یہ وہی راجہ پریکشت ہے۔ جن کا حال خود لیکھرام صاحب نے کلیات صہ ۲۷۰ کالم ۱ پر لکھا ہے۔
ہاں اب بتلاؤ سماجیو! تمہارے مسافر کے سب مطالبات احمدی مہاجر نے پورے کرکے دکھلائے ہیں یا نہیں؟ دیکھا احمدی کیسے بہادر ہوتے ہیں۔
سوامی دیانند کتاب ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۱ صہ ۳۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "منوسمرتی جو دنیا کی ابتدا میں ہوئی ہے۔"
برخلاف اس کے پنڈت لیکھرام صاحب منوسمرتی کی تصنیف کا زمانہ (۱۲۰۵۲۲۹۸۰) سال بتلاتے ہوئے اپنے گوروجی مہاراج کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے۔ کہ اپنے اس فیصلہ پر بھی قایم رہتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ اسی کتاب کے صہ ۲۴۷ پر فرماتے ہیں۔ کہ کتاب سوریہ سدہانت کی تصنیف منوسمرتی سے پہلے ہوئی ہے۔ اور کلیات صہ ۱ پر فرماتے ہیں۔ کہ سوریہ سدہانت کی تصنیف کو (۲۱۶۴۹۹۰) سال ہوئے ہیں۔ پہلے تو منو کی تصنیف کا زمانہ (۱۲۰۵۲۲۹۸۰) بتلایا اب ۲۱۶۴۹۹۰ سال سے بھی بعد کا بتلاتے ہیں۔
تحقیق ہو تو ایسی ہی ہو۔ سچ ہے۔ ؎
نہ محقق بود نہ دانشمند ۔ چار پائے برو کتابے چند
سماجی سجنو! بتلاؤ۔ مہرشی دیانند کا قول درست ہے۔ یا پنڈت کا۔ اور پھر پنڈت کا قول اول صحیح ہے۔ یا قول دویم۔ اس پر ضرور روشنی ڈالو۔
سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش اردو صہ ۳۲۶ پر سوامی شنکر اچاریہ کی موت کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ :۔
"جینیوں کے مندر شنکر اچاریہ اور سودھنوا راجا نے توڑ دیے تھے۔ کیونکہ ان

میں وید وغیرہ کی پاٹھ شالائیں (مدرسے) بنانے کا ارادہ تھا۔ جب ویدمت کو قایم کر چکے۔ اور علم پھیلانے کا خیال کرتے ہی تھے۔ کہ اتنے میں دو جینیوں نے جو جو باہر سے برائے نام ویدمت کے معتقد تھے۔ موقعہ پاکر ان کو ایسی زہریلی چیز کھلا دی۔ کہ ان کی بھوک کم ہو گئی۔ بعد ازاں جسم میں پھوڑے پھنسی ہو کر چھ ماہ کے اندر مر گئے۔"

اول تو سوامی جی کا یہ قول ہی سراسر غلط اور تواریخی ثبوت سے خالی ہے جس کے ثبوت میں ہم ایک فاضل جینی کا ڈیفنس بجنسہ ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ اسکو درج کریں۔ پہلے پنڈت لیکھرام صاحب کی بات بھی سُن لینی چاہیئے۔ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"بمقام کدارناتھ **دو بودھوں** (بدھ کے پیرو) یعنی مسمیان ابھی نوگپت اور ابھی نولیش نے جو اسی غرض سے کچھ مدت پہلے مرید ہو گئے تھے۔ کسی قسم کا زہر دیدیا۔ جس سے ان کی بھوک بند ہو گئی۔ اور چھ ماہ بیمار رہ کر قالب عنصری کو چھوڑ گئے۔ کلیات صہ۱۳ کالم سہ۲۔

گورو تبلاتا ہے۔ کہ شنکر اچاریہ کے قاتل جینی تھے۔ مگر چیلا گورو کے ارشاد کے خلاف شنکر اچاریہ کے قاتل بدھ دہرم کے معتقدوں کو بیان کرتا ہے۔

جب گورو چیلہ یا شاگرد استاد میں ہی اس امر کے متعلق اختلاف و تضاد ہے۔ تو یہ واقعہ تاریخ کے مطابق کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔ اب جینی فاضل کا معقول ڈیفنس بھی ملاحظہ ہو۔

"سوامی جی بھگوان شنکر اچاریہ کی موت کا باعث جینیوں کو تبلاتے ہیں۔ ان کا قول ہے۔ کہ جینیوں نے زہر دے کر شنکر اچاریہ کو مار ڈالا۔

مگر اس قول کی صداقت کے لئے انہوں نے کسی ثبوت کا حوالہ نہیں دیا۔ اور پھر سوامی شنکر اچاریہ کی جتنی بھی سوانحعمریاں اور حالات موجود ہیں۔ اُن میں مذکورہ بالا بیان نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسا کوئی تاریخی گرنتھ (کتاب) ہمارے دیکھنے میں آیا ہے

کہ جس میں سوامی شنکر اچاریہ کی موت کا سبب جینیوں کو بتلایا ہے۔

ہمیں تعجب ہے حیرت ہے۔ کہ دنیا بھر کے علماء میں سے آجتک جو بات کسی کو بھی نہ سوجھی۔ سوامی جی کو اس کا پتہ کیسے لگ گیا۔ بجز اس سوامی جی مہاراج پرم یوگی تھے۔ یوگ ابھیاس (مراقبہ کی مشق) کی طاقت سے انہیں یہ بات حاصل ہو گی۔ کہ ایسے حالات معلوم کر لیں) اس لئے ان کی تحریرات میں کسی ثبوت کی ضرورت نہ سمجھی جائے کیونکہ وہ ریشی تھے۔ ہیم انسان۔

پس ہمارا مہذب دنیا سے نویدن (عرض) ہے۔ کہ سوامی دیانند سرسوتی کے مذکورہ بالا قول پر ضرور دہیان دیں۔ ایک سوسائٹی یا جماعت پر اتنا خوفناک تہذیب سے خالی حملہ کرنا سوامی جی کے لئے کہاں تک موزون ہے۔ یہ ناظرین خود غور کر لیں۔ ہمارے خیال میں تو آریہ سماج کے لیڈرونکو مناسب ہے۔ کہ وہ ستیارتھ پرکاش میں سے یہ قول ضرور ہی نکال ڈالیں۔ ایسے فضول اور جھوٹے اقوال سے سوامی جی کی عزت نہیں۔ بلکہ عزت کے نقصان کا امکان ہے۔ اب آزادی کا زمانہ ہے۔ اندھیرا ہمیشہ کے لئے نہیں رہتا" (کتاب سوامی دیانند اور جین دھرم ہندی صفحہ آخر)

اول تو سوامی جی کا دعوے چیلے کی مخالفت سے ہی نہایت کمزور ہو چکا تھا۔ مگر جینی فاضل نے جس قابلیت و لیاقت اور تہذیب سے اس ناواجب حملے کا ڈیفنس کیا ہے۔ اس فاضل اور عالم جینی کا کام تھا جس کی داد دیئے بغیر ہم کیا کوئی بھی انصاف پسند شخص نہیں رہ سکتا۔

سوامی دیانند جی مہاراج اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۱۳۱ پر نیوگ کے ثبوت میں قدیم رشیوں کا دستور العمل بطور نظیر پیش کرتے ہو ئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اور جیسا ویاس جی نے چترانگد اور وچترویرج کے مرجانے پر ان اپنے بھائیوں کی عورتوں سے نیوگ کر کے ایکا امبا سے دھرت راشٹر اور امبالیکا سے پانڈو اور داسی سے وِدُر کو پیدا کیا

بانیٔ آریہ سماج نے یہاں دیگر عورات کے علاوہ ویاس جی کا داسی کے ساتھ نیوگ کرنا فرمایا جو واللہ اعلم صحیح ہے۔ یا غلط اس کے متعلق تسلی بخش جواب تو سناتنی بھائی ہی دے سکتے ہیں۔ مگر اب داسی اور ویاس جی کے نیوگ کے متعلق مہرشی کے شاگرد کا بھی فیصلہ سُن لیں۔ پنڈت جی (لیکھرام) لکھتے ہیں۔

اٹھارہ پورانوں میں رشیوں منی اور دیوتاؤں کی نندا (مذلت) لکھی ہے۔ اور ان پر جھوٹے الزام لگائے ہیں۔ جیسے برہما پر بیٹی سے ہمبستری کا کلنک . . . . ویاس کو داسی سے . . . الخ۔ کلیات صـ۱۳۱۔ کالم ۲ سطر ۲۲

گورو جی مہاراج اپنے جدید اختراع "نیوگ" کے ثابت کرنے کے لئے قدیم رشیوں کا دستور العمل بتلائیں۔ مگر چیلا ایسا ہے۔ کہ گورو کا قول رد کرنے سے نہیں جھجکتا۔ آریہ سماج کے ممبرو! بتلاؤ سوامی جی کا قول درست ہے یا تمہارے شہید کا۔ ہاں بتلاتے وقت مستند تواریخ سے ثبوت دینا۔

(۷) سوامی دیانند جی مہاراج ستیارتھ پرکاش اردو صـ۴۴۲ پہ ایک مشہور و معروف تاریخی واقعہ کا ذکر بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

پرتھوی راج - ابھے پال - درجن پال - اُدے پال - یش پال -

راجا یش پال پر سلطان شہاب الدین غوری گڈھ غزنی سے چڑھائی کر کے آیا۔ اور راجہ یش پال کو پریاگ (الہ آباد) کے قلعہ میں سمت ۱۲۴۹ میں پکڑ کر قید کر لیا۔ اور خود اندر پرستھ یعنی دہلی کی سلطنت کرنے لگا۔ الخ

ہمارے ناظرین آپ سوامی جی کے اس ارشاد کو پڑھ پڑھ کے ہنستے تو ضرور ہونگے۔ کہ آریہ صاحبوں کے رشی اپنی علیحدہ ہی تاریخ وضع فرما رہے ہیں۔ اور پرتھوی راج کی بجائے نامعلوم یش پال کا نام لکھ رہے ہیں۔ جس پر شہاب الدین غوری نے حملہ کیا۔ اور اسے الہ آباد میں پکڑ کر قید کر لیا۔

ناظرین! آپ کا اس عبارت پر ہنسنا یا حیرت کا اظہار کرنا بجا و راست ہے۔ مگر اس وقت ہمارا یہ کام نہیں۔ کہ سوامی جی کی اس خطرناک مغالطہ دہی کی چھان بین کریں۔ جو انہوں نے

ایک خاص امر کے ثابت کرنے کے لئے تجویز کی تھی۔ یہاں صرف استاد و شاگرد یا گورو چیلہ کے تضاد و تناقض دکھلانا ہی مدنظر ہے۔ انشاء اللہ

"سوامی دیانند کی تاریخی لغزشیں اور غلطیاں" کے ہیڈنگ کے ماتحت پھر کبھی مفصل و مشرح لکھینگے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام صاحب کے اس واقعہ کے متعلق جو سوامی جی نے فرمایا ہے۔ تردیدی عبارت نقل کرنا ہی کافی ہے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ .... کہ وہ پنڈت لیکھرام جس کی نسبت آریہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ "رشی دیانند کے مشن کا زبردست مؤید اور شیدائی بلکہ پرچارک بھی تھا" اس رشی کی تحریرات وارشادات کے خلاف قلم چلاتا ہے۔ پنڈت صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اگرچہ اس جنگ میں راجپوتوں نے بہت جوہر دکھلائے۔ لیکن بسبب ناتجربہ کاری فوج پرتھوی راج مارا گیا۔ اور فوج کو شکست ہوئی" کلیات ص ۱۵۸۔ کالم ۲

آریہ دوستو! بتلاؤ۔ شہاب الدین غوری نے جے پال کو شکست دی۔ یا پرتھوی راج کو؟ استاد کا قول درست ہے یا شاگرد کا؟ سوامی جی نے مدلل بات کی یا پنڈت لیکھرام نے؟ رشی دیانند کے قول میں غلطی ہے۔ یا رشی کے چیلے پنڈت لیکھرام کی مرقومہ بالا عبارت میں؟ پس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا جاتا ہے۔

سماجی دوستو! مطالبات کا جواب سوچ لو۔ بقیہ مطالبات سننے کے لئے ۶ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کا انتظار کرو۔ کیونکہ دل میں تمنا بہت ہے۔ یہی جی چاہتا ہے۔ کہ آریہ مسافر کا یادگاری مضمون اتنا ہی لمبا ہو۔ جتنا لمبا کہ ۶ مارچ کا دن۔ تا کہ ایک ایسا شخص جو آریہ مسافر کی یادگار میں شریک ہونا چاہے صبح سے شام تک اس کے آگے کلیات مسافر سے چنے ہوئے جواہر ریزوں کی بہار موجود ہے۔ جس سے وہ سارا دن مصروف رہ سکے۔ مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب کا جبری حکم اس دلی خواہش کو بار آور نہیں ہونے دیتا۔

اچھا! اے ہمارے ملکی مسافر تجربہ سے ہم آج طوعاً کرہاً رخصت ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اگر کسی مہاجر احمدی نے تیری یادگار ایسی ہی منانے کی کوشش کریگا۔ جیسے کہ اس کی خواہش تھی۔

(نیاز مند۔ احمدی مہاجر فضل حسین کرشن نگری قادیان)

امام مہدی علیہ السلام کا نام معتبر کتب شیعہ ہیں

معزز ناظرین کو معلوم ہوگا۔کہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۹ء زیر سرخی "امام مہدیؑ کا غلام احمد نام معتبر کتب شیعہ ہیں" ایک مضمون شائع ہوا تھا۔جس میں شیعہ کی معتبر کتاب بحار الانوار کے حوالوں سے ثابت کر دیا گیا تھا۔کہ امام مہدی علیہ السلام کا نام **غلام احمد** ہی ہے۔مگر بجائے اس کے کہ شیعہ صاحبان اس سے کچھ فائدہ حاصل کر کے راہ ہدایت پاتے۔اور اپنے پیارے مہدیؑ کو پہچانتے۔الٹا فحش گوئی اور سخت کلامی کرنے لگے ہیں۔ہم کو ان کی گالی گلوچ کی کچھ پرواہ نہیں۔کیونکہ ہمیں ان کے بعض کا یہ وصف پہلے ہی معلوم تھا۔چونکہ ہمارا کام ہی یہ ہے۔کہ مریضوں اور بکواس کرنے والوں کا علاج کریں۔اس واسطے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے ہیں۔کہ اللہ تعالےٰ ہمارے پرانے شیعہ بھائیوں کو چشم بصیرت عطا فرماوے۔کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے ہادی کو پہچان لیں۔اور ان انعامات سے متمتع ہوں۔جن کا وعدہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح الزمان علیہ الصلوٰة والسلام کے پیروؤں کو دیا گیا ہے۔مندرجہ بالا مضمون پر اخبار اثنا عشری میں بہت جرح کی گئی ہے۔

اب ہم اڈیٹر صاحب اثنا عشری کو انکی غلطیوں پر مطلع کرتے ہیں۔آپ کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے۔کہ آپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر جواب لکھا ہے۔ورنہ نہ تو آپ کو اس کے شائع کرنے کی جرأت ہوتی اور نہ ہمیں اس کی غلطیوں پر مطلع کرنے کی ضرورت پڑتی۔ ملاحظہ ہو عبارت کتاب۔

جعفر بن محمد الفزاری معنعنا عن ابی جعفر فی قولہ تعالےٰ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا قال الحسین فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً قال سمی اللہ المہدی المنصور کما سمی احمد ومحمد ومحمود وکما سمی عیسی المسیح اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔(یعنی ہماری طرف سے) اللہ نے مہدی کا نام منصور

ایک خاص امر کے ثابت کرنے کے لئے تجویز کی تھی۔ یہاں صرف استاد شاگرد یا گورو چیلہ کے تضاد و تناقص دکھلانا ہی مدنظر ہے۔ انشاء اللہ

"سوامی دیانند کی تاریخی لغزشیں اور غلطیاں" کے ہیڈنگ کے ماتحت پھر کبھی مفصل و مشرح لکھینگے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام صاحب کے اس واقعہ کے متعلق جو سوامی جی نے فرمایا ہے۔ تردیدی عبارت نقل کرنا ہی کافی ہے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ .... کہ وہ پنڈت لیکھرام جس کی نسبت آریہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ "رشی دیانند کے مشن کا زبردست مؤید اور شیدائی بلکہ پرچارک بھی تھا" اس رشی کی تحریرات و ارشادات کے خلاف قلم چلاتا ہے۔ پنڈت صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اگرچہ اس جنگ میں راجپوتوں نے بہت جوہر دکھلائے۔ لیکن بسبب ناتجربہ کاری فوج پرتھوی راج مارا گیا۔ اور فوج کو شکست ہوئی" کلیات صد ۱۵۸۔ کالم ۲

آریہ ودوانو! بتلاؤ۔ شہاب الدین غوری نے پیش پال کو شکست دی۔ یا پرتھوی راج کو؟ استاد کا قول درست ہے یا شاگرد کا؟ سوامی جی نے مدلل بات کی یا پنڈت لیکھرام نے؟ رشی دیانند کے قول میں غلطی ہے۔ یا رشی کے چیلے پنڈت لیکھرام کی مرقومہ بالا عبارت میں؟ پس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا جاتا ہے۔

سماجی ودوانو! مطالبات کا جواب سوچ لو۔ بقیہ مطالبات سننے کے لئے ۶ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کا انتظار کرو۔ کیونکہ دل میں تمنا بہت ہے۔ یہی جی چاہتا ہے۔ کہ آریہ مسافر کا یادگاری مضمون اتنا ہی لمبا ہو۔ جتنا لمبا کہ ۶ مارچ کا دن۔ تاکہ ایک ایسا شخص جو آریہ مسافر کی یادگار میں شریک ہونا چاہے صبح سے شام تک اس کے آگے کلیات مسافر سے چنے ہوئے جواہر ریزوں کی بہار موجود ہے۔ جس سے وہ سارا دن مصروف رہ سکے۔ مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب کا جرنیلی حکم اس دلی خواہش کو بار آور نہیں ہونے دیتا۔

اچھا! اے ہمارے ملکی مسافر تجھ سے ہم آج طوعاً کراہاً رخصت ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اگلے برس پھر ہماجر تیری یادگار ایسی ہی منانے کی کوشش کریگا۔ جیسے کہ اس کی خواہش تھی +

(نیاز مند۔ احمدی مہاجر فضل حسین کرشن نگری قادیان)

امام مہدی علیہ السلام کا نام معتبر کتب شیعہ میں

معزز ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء زیر سرخی "امام مہدیؑ کا غلام احمد نام معتبر کتب شیعہ میں" ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں شیعہ کی معتبر کتاب بحار الانوار کے حوالوں سے ثابت کر دیا گیا تھا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام کا نام **غلام احمد** ہی ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ شیعہ صاحبان اس سے کچھ فائدہ حاصل کر کے راہ ہدایت پاتے۔ اور اپنے پیارے مہدیؑ کو پہچانتے۔ اُلٹا فحش گوئی اور سخت کلامی کرنے لگے ہیں۔ ہم کو ان کی گالی گلوچ کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا یہ وصف پہلے ہی معلوم تھا۔ چونکہ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ کہ مریضوں اور بکواس کرنے والوں کا علاج کریں۔ اس واسطے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے پرانے شیعہ بھائیوں کو چشم بصیرت عطا فرماوے۔ کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے ہادی کو پہچان لیں۔ اور ان انعامات سے متمتع ہوں۔ جن کا وعدہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیرووں کو دیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا مضمون پر اخبار اثنا عشری میں بہت جرح کی گئی ہے۔

اب ہم اڈیٹر صاحب اثنا عشری کو انکی غلطیوں پر مطلع کرتے ہیں۔ آپ کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر جواب لکھا ہے۔ ورنہ نہ تو آپ کو اس کے شائع کرنے کی جرأت ہوتی اور نہ ہمیں اس کی غلطیوں پر مطلع کرنے کی ضرورت پڑتی۔ ملاحظہ ہو عبارت کتاب۔

جعفر بن محمد الفزاری معنعنا عن ابی جعفر فی قولہ تعالےٰ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً قال الحسین فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً قال سمی اللہ المہدی المنصور کما سمی احمد و محمد و محمود و کما سمی عیسیٰ المسیح

اس کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔ (یعنی ہماری طرف سے) اللہ نے مہدی کا نام منصور

اور اگر اللہ کو فاعل قرار دیں۔ تو معنی یہ ہوگا۔ کہ نام رکھا اللہ نے احمد کا۔ اور محمدؐ کا اور محمود کا کیا نام رکھا؟ اس کا کچھ پتہ نہیں۔ اور بجائے شخص واحد کے تین اشخاص معلوم ہوتے ہیں یعنے احمد کوئی اور ہے۔ اور محمدؐ اور ہے۔ اور محمود کوئی اور ہے۔ حالانکہ یہ خلاف عبارت ہے۔"

پھر اڈیٹر صاحب منجانب اللہ کی تفسیر اس طرح پر کرتے ہیں۔" بلکہ صریح مفہوم یہ ہے۔ کہ جیسا ان بزرگواروں کے نام خدا نے رکھے ہیں۔ یعنی اپنے کلام پاک میں انہیں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح مہدی کا نام اس نے منصور رکھا ہے اور اس نام سے اپنے کلام میں انکا ذکر فرمایا ہے۔

اس پر کیا عرض کیا جاوے۔ اب تک تو اپنے نفس پر بات تھی۔ مگر اب نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ خدا کے کلام پر بھی تہمت باندھنے لگے۔ اڈیٹر صاحب برائے خدا ذرا ہوش سنبھالئے۔ اور وہ کونسی آیت قرآن مجید کی آپ کو ملی ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلعم کا نام محمود رکھا ہو۔ یا مہدی کا نام منصور رکھا ہو۔ یعنی یہ فرمایا ہو۔ کہ ہم نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے۔ اگر یہ نہ کر سکیں۔ اور ہرگز نہیں کر سکتے۔ تو کم سے کم المہدی کا لفظ قرآن شریف سے نکال دیجئے۔ ہاں۔ شاید ۴۰ پارہ والے قرآن مجید میں امام غائب علیہ السلام کے پاس یہ آیت ہو۔ تو ہو۔

پس صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ ان فقرات کا کہ سمی اللہ المہدی المنصور کما سمی احمد ومحمد ومحمود یہ ہے۔ کہ اللہ نے مہدی کا منصور نام رکھا ہے جیسا کہ اس نے اسکا (مہدی کا) نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ رکھا ہے یہ ترجمہ اس وقت کہ جب دوسرا سمی بھی معروف پڑھا جائے۔ اور اگر مجہول ہو تو پھر یہ ہے کہ اللہ نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے۔ جیسا کہ اسکا (مہدی کا) نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ رکھا گیا ہے۔ اس صورت میں سمی فعل کا نائب فاعل المہدی ہوگا۔ اور سمی میں ضمیر ہو گی۔ جو المہدی کیطرف پھرے گی۔ پس حاصل یہ ہوا۔ کہ جس طرح مہدی کا نام احمدؐ اور محمدؐ اور محمودؐ رکھا گیا ہے اسیطرح آپ کا نام اللہ نے منصور رکھا ہے۔ اسی طرح کما سمی عیسیٰ المسیح کا مطلب

یہ ہے۔ کہ جسطرح کہ نام رکھا گیا مہدی عیسی المسیح۔ اسی طرح آپ کا نام اللہ نے منصور رکھا ہے "

اب ہم مزید ثبوت کے لئے چند ایک اور حوالے پیش کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے اس مدعا کی مزید تائید ہو جائیگی۔ کہ درحقیقت حضرت مہدی علیہ السلام کا نام احمدؑ اور محمدؑ اور مسیح بھی ہے۔ مہدی کا نام محمدؐ۔ دیکھو کتاب نمبر صد و سی و ششم نجم ثاقب صد ۳۴۔ مہدی کا نام احمدؐ ہے دیکھو کتاب غایت المقصود۔ اسم او احمد است بحوالہ کتاب غیبت طوسی و بحوالہ اکمال الدین شیخ صدوق پھر مہدی کا نام مسیح ہے۔ چنانچہ لکھا ہے مسیح الزماں اسم آنجناب است در کتاب فرنگیاں کتاب نجم ثاقب۔ کیا اب بھی ایڈیٹر صاحب اثنا عشری کو مہدی کے احمد اور محمدؐ اور محمود ہونے میں شک ہے؟

عن ابی جعفر انہ قال صاحب ھذا الامر اصغر نا سنا و احملنا شخصا قلت متی یکون قال اذا سارت الرکبان بہ بیعۃ الغلام فعند ذالک یرفع کل ذی صیصۃ لواء۔ (کتاب بحار الانوار جلد ۱۳)

حضرت باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ اس امر کا صاحب از روے سن ہم میں چھوٹا ہوگا۔ اور از روئے شخصیت ہم میں جمیل تر ہوگا۔ راوی کہتا ہے۔ یہ کب ہوگا۔ تو فرمایا۔ کہ جسوقت سوار بیعت غلام کے لئے روانہ ہونگے۔ اسوقت ہر ایک قلعہ دار جھنڈا اٹھائے گا۔ اثنا عشری صفحہ ۵۔ ۲۳ مئی نمبر ۲۰۔

قولہ لیکن ایڈیٹر صاحب کے دل میں خود ایک چور بیٹھا ہوا ہے۔

اقول۔ ایڈیٹر صاحب اثنا عشری کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ وہ چور ہمارا نہیں بلکہ آپکا ہے۔ جو ہمارے پاس کبھی کبھی آجاتا ہے۔ اسلئے اس کے بھگانے کیلئے ہم نے قوم کو دوسرا حربہ بھی دیدیا تھا۔ ورنہ ہمارا پہلا حربہ بھی کافی تھا۔ ہم کو اطمینان ہے کہ غلام سے مراد درحقیقت حضرت مرزا غلام احمد صلوٰۃ اللہ علیہ السلام ہے۔

چونکہ کتاب مذکور کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مہدی کے بیعت لینے اور بعثت اور ظہور کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ پس ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں

مہدی لڑکا نہیں ہو سکتا۔ پس غلام سے مراد اس کا اسم ہے۔ چنانچہ عبارت بالا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب کتاب سارت الرکبان کی تفسیر اسطرح پر کرتے ہیں۔

اَیْ اشتہر الخبر فی الآفاق ان بویع الغلام اَیْ القائم۔ یعنی لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوگی۔ کہ غلام کی بیعت کیگئی۔ چنانچہ ساری دنیا کا چکر لگا کے دیکھئے کہ لوگوں میں یہ مشہور نہیں۔ کہ مہدی کی بیعت کی گئی۔ بلکہ یہ مشہور ہے۔ کہ غلام احمد قادیانی کی بیعت لوگوں نے کرلی پس معلوم ہوا۔ کہ غلام سے مراد اس کا اسم ہے۔ نہ لڑکا۔

حسب اعتقاد شیعہ صاحبان امام غائب کو اندازاً ایک ہزار برس ہوا۔ کیا اتنا زمانہ گذرنے کے بعد بھی وہ لڑکا ہی رہیگا۔ حالانکہ آدمؑ سے لیکر آجتک کوئی ایسا انسان نہیں گذرا جس پر زمانہ کے گذرنے کا اثر نہ ہوا۔

(خادم القوم میر غلام حیدر خاں (مولوی عالم) از لاہور)

ایک مولوی فاضل کے سوالوں کا جواب

اخبار اتحاد مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۹ء کے صفحہ ۴ پر ایک مضمون بعنوان "قادیانیوں پر اقرار اعتراضات شائع ہوا ہے۔ جس میں احمدیوں پر دس سوال کئے گئے ہیں۔ اور ان کا جواب طلب کیا گیا ہے۔ سو ذیل میں ہم سوالات اور ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں"

سوال اوّل۔ حیات مسیح کا عقیدہ اگر شرک ہے۔ تو آجتک اُمت محمدیہ کیوں شرک میں پڑی رہی؟ (شرک وہ بلا ہے۔ جو کبھی بخشا نہیں جاتا) کیا مرزا صاحب کا ہی انتظار باقی تھا؟

جواب۔ مسیح کی حیات کا عقیدہ اگرچہ بظاہر شرک نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت اس کے اندر شرک پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر زندہ مانا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ وہی دوبارہ دنیا میں جلوہ افروز ہونگے۔ تو مسیحؑ کو ایک

ایسا آدمی ماننا پڑیگا۔ کہ جسکی دنیا میں کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ تو مسیح کو زندہ ماننے سے

عیسائیت کی مدد ہوگی۔

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد داد ند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میّت را

ہاں ایک بات یہ ہے۔ کہ آیا پہلے لوگ مسیحؑ کے زندہ ماننے کی وجہ سے قابل مواخذہ ہیں یا نہیں۔ تو پہلے لوگ اس عقیدہ کی وجہ سے قابل مواخذہ نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو غلطی کہائی۔ اور ان پر اتمام حجت نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنی تقریر "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے"۔ فرماتے ہیں:۔

"حیات مسیح کا مسئلہ اوائل میں صرف ایک غلطی تھا۔ مگر آجکل وہ ایک اژدہا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا۔ اور انہوں نے مسیحؑ کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑی۔ اور کہا۔ کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے۔ تو آدمؑ سے لیکر آجتک اس کی کوئی نظیر پیش کرو"

(پھر فرماتے ہیں)۔ اس بات سے دہوکہ نہ کھاؤ۔ جو لوگ کہدیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ بیشک خداتعالیٰ قادر ہے۔ لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کیواسطے نہیں۔ ایک مبدء شرک ہے۔"

پس جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے حیات مسیحؑ کے مسئلہ کو مبدء شرک قرار دیا ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ اسلاف کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

آپ اسی تقریر میں لکھتے ہیں:۔

"پھر یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ کی حیات کے عقیدہ نے آجتک دنیا میں کیا بنایا ہے۔ اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے۔ سوائے اس کے کہ ۴۰ کروڑ انسان مُردہ پرست بنگیا۔ پس پہلوں نے اگر وفات مسیحؑ کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی۔ تب بھی ان کو ثواب ہے۔ کیونکہ مجتہد

کے متعلق لکھا ہے۔ قد یخطی و یصیب۔ کبھی خطا کرتا ہے۔ اور کبھی صواب۔ مشیت الٰہی نے ان سے جو کچھ کرایا۔ سو کرایا۔ اس میں بھی اسرار الٰہی تھے۔ خدا نے ایک معاملہ ان سے مخفی رکھا۔ اور وہ غفلت میں رہے خدا جب چاہتا ہے۔ ایک بھید کو مخفی کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے۔ ہاں اس زمانہ کے لوگوں پر خدا تعالےٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت کھولدی"

پھر اسیطرح آپ تحفہ گولڑویہ کے صـ۱۲۱ میں فرماتے ہیں:۔

"حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے کہ تا حضرت عیسےٰ ؑ کا زندہ رہنا آسمان کیطرف اٹھائے جانا انکی ایک خصوصیت ٹھیر کر منجر الی الشرک نہ ہوجائے"

پھر آپ لیکچر سیالکوٹ صـ۲ میں فرماتے ہیں:۔

"ہاں جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارے میں غلطی کی ہے۔ ان کو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ انکو یاد نہیں دلایا گیا تھا۔ انکو حقیقی معنی خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے۔ پر میں نے تمکو یاد دلایا۔ اور صحیح صحیح معنے سمجھا دئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو غلطی کیلئے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا۔ لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں"

پھر یہ بھی یاد رہے۔ کہ ہر ایک بات کے ظہور کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ اپنے وقت پر آکر کھلتی ہے۔ پہلے اس مسئلہ کی ضرورت نہیں پڑی۔ نہیں کھلا۔ لیکن مسیح موعود جسکا کام کسر صلیب تھا۔ اس کے وقت میں خدا تعالےٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت مسیح موعود پر کھولدی۔ اور وفات مسیح ؑ کو ادلہ بیّنہ و وضوح قرآن مجید و احادیث سے نکالکر ثابت کیا۔ پس بعد وضوح ادلہ کے حیات مسیح ؑ کو ماننا نصاریٰ کی تائید کرنا ہے۔

امت محمدیہ کا مثیل یہود بننا	نبی کریم ؐ فرما چکے ہیں۔ لتتبعن سنن من قبلکم۔ کہ میری اُمت کے لوگ یہود کی پیروی کرینگے۔ اور ان کے مثیل بن جائیں گے۔ پس حیات

مسیح کے عقیدہ سے وہ اسی طرح مشرک قرار دیئے جائینگے۔ جس طرح کہ یہودی بعد انکار حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشرک ٹھہرے۔ حالانکہ وہ ایلیاؑ کو حضرت مسیحؑ سے پہلے بھی آسمان پر زندہ مانتے تھے۔ لیکن جب مسیحؑ نے آکر انہیں سمجھایا۔ کہ ایلیاؑ آسمان پر نہیں گئے۔ اور نہ ہی وہ دوبارہ دنیا میں آئینگے۔ بلکہ ایلیاؑ کے آنیسے مراد اسکا مثیل ہے۔ تو پھر حضرت مسیحؑ کے اتمام حجت کر دینے کے بعد بھی جب اسی عقیدہ پر اڑے رہے تو ان کو مشرک کے اسم کے ماتحت داخل کیا گیا۔ جیسے کہ تفسیر کبیر میں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذٰلک کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"ھذہ الایۃ دالۃ علی ان الیھود یسمی مشرکا فی عرف الشرع ویدل علیہ وجھان۔ الاول ان الایۃ دالۃ علی ان ماسوی الشرک مغفور فلو کانت الیھودیۃ مغایرۃ للشرک لوجب ان تکون مغفورۃ بحکم ھذہ الایۃ و بالاجماع ھی غیر مغفورۃ فدل علی انھا داخلۃ تحت اسم الشرک

الثانی ان اتصال ھذہ الایۃ بما قبلھا انما کان لانھا تتضمن تھدید الیھود فلولا ان الیھودیۃ داخلۃ تحت اسم الشرک والا لم یکن الامر کذلک فان قیل قولہ تعالیٰ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا الی قولہ والذین اشرکوا عطف المشرک علی الیھودی وذلک یقتضی المغایرۃ قلنا المغایرۃ حاصلۃ بسبب المفہوم اللغوی والاتحاد حاصل بسبب المفہوم الشرعی"

تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۴۳

یہ آیت اس بات پر دال ہے۔ کہ عرف شرع میں یہود کو مشرک کہتے ہیں۔ اور دو وجہوں سے اس پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ شرک کے سوا باقی گناہ بخشے جاسکتے ہیں۔ پس اگر یہودیت شرک کے مغایر ہوتی — تو وہ اس آیت کے حکم کے ماتحت مغفورہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اس بات پر اجماع ہے۔ کہ وہ بخشی نہیں جائیگی۔ پس اس آیت نے دلالت کی۔ کہ یہودیت اسم مشرک کے نیچے داخل ہے۔

دوسری وجہ دلالت کی یہ ہے۔ کہ اس آیت کا اپنے ماقبل سے اتصال اسوجہ سے ہے۔ کہ وہ اپنے اندر یہودی کی تہدید کو رکھتی ہے۔ پس اگر یہودیت اسم شرک کے نیچے داخل نہ ہوتی۔ تو اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ ہوتا۔ ہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ قرآن مجید میں ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا اور قول والذین اشرکوا میں مشرک کو یہودی پر عطف کیا ہے اور عطف مغایرت کا مقتضی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مغایرت مفہوم لغوی کی وجہ سے ہے۔ اور اتحاد شرک اور یہودیت میں بوجہ مفہوم شرعی کے ہے"

الغرض جیسے یہود مسیح کا انکار کرکے اور ایلیا کے دوبارہ آنیکا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مشرک ٹھیرے۔ اسی طرح مسلمان بوجہ انکار مسیح موعود بعد اتمام حجت مسیح ناصری کو آسمان پر زندہ اور انہی کے دوبارہ آنے کے عقیدہ رکھنے کیوجہ سے مثیل یہود بنگئے +

سوال دوسرا۔ اگر وفات مسیحؑ کے قائل اہلسنت ہیں۔ تو آپ اُن میں سے کسی کا مذہب کسی کتاب سے نقل کریں ؟

جواب۔ امام مالکؒ کا یہ مذہب ہے۔ کہ مسیحؑ مرگئے۔ ملاحظہ ہو مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ نولکشور۔

"والاکثر ان عیسیٰ علیہ السلام لم یمت وقال مالک مات" اکثر تو حضرت عیسےٰؑ کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ نہیں مرے۔ اور امام مالک نے کہا ہے۔ کہ وہ مرگئے ہیں۔ اور اسیطرح سنوسی شرح مسلم جلد ۱ میں امام مالک کا مذہب لکھا ہے

الاکثر انہ لم یمت بل رفع وفی العتبیۃ قال مالک مات

امام ابن حزم کا یہ مذہب ہے۔ کہ مسیحؑ مرگئے ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ جلالین مع کمالین ص ۱۰۹ مطبع مجتبائی دہلی زیر آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔

"فسر البغوی بالقبض والاخذ من الارض کما یقال توفیت المال اذا قبضتہ لقولہ تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی وتمسک ابن حزم بظاہر الایۃ فقال بموتہ امام بغوی نے تو توفیتنی کی تفسیر قبض کرنا اور زمین کو پکڑ لینے کے ساتھ مشہور مثال توفیت المال یعنی میں نے مال کو قبض کر لیا۔ کی بنا پر کی ہے۔ اسلئے کہ خدا

تعالیٰ نے مسیح ناصری کے لئے انی متوفیک ورافعک فرمایا ہے اور ابن حزم نے ظاہر آیت سے تمسک کیا ہے۔ اور مسیحؑ کی موت کو تسلیم کیا ہے۔

پھر صفحہ میں لکھا ہے۔ اور نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب زاد المعاد صفحہ ۱۹ مصنفہ حافظ ابن قیم رئیس المحدثین۔ وما یذکر ان عیسی رفع وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ لا یعرف بہ اثر متصل یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فان ذالک انما یروی عن النصاریٰ

اور یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو اس کے لئے کوئی اثر متصل نہیں پایا جاتا۔ کہ جو اس کے رفع الی السماء کے اختیار کرنے کو واجب کرے۔ اور شامی نے کہا ہے۔ یہ بات اسی طرح پر ہے۔ کیونکہ یہ نصاریٰ سے روایت کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

پھر اسی طرح تاریخ طبری میں مسیح ابن مریم کی قبر کا ایک کتبہ نقل کیا گیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

ھذا قبر رسول اللہ عیسی ابن مریم علیہ السلام الی ھذہ البلاد "طبری جلد ۲ صفحہ ۳۹، مطبوعہ مصر" یعنی یہ قبر عیسی ابن مریم کی ہے جو خدا تعالےٰ کے رسول تھے۔ اور ان شہروں کی طرف بھیجے گئے۔

پھر ابن عباسؓ کا مذہب جواہر الحسان فی تفسیر القرآن میں یہ لکھا ہے۔

قال ابن عباس ھی وفات موت ونحوہ المالک فی العتبیۃ" ابن عباسؓ نے کہا ہے۔ کہ وہ وفات موت کی تھی۔ اور اسی طرح مالک کا مذہب عتبیہ میں ہے۔

اور اسی طرح ملاحظہ ہو۔ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۱ ان عیسی رفع وھو ابن ثلث وثلثین ھذا قول النصاریٰ اما احادیث النبی عاش عیسیٰ عشرین ومائۃ عیسیٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ یہ نصارےٰ کا قول ہے۔ لیکن نبی کریمؐ کی حدیث یہ ہے۔ کہ عیسےٰؑ ۱۲۰ برس زندہ رہے۔

اخیر میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا عقیدہ وہی ہے۔ جو قرآن و حدیث سے

ثابت ہے۔ وہ ملاحظہ ہو۔ فرداً فرداً عقیدہ وکیا نا ہمارا فرض نہیں۔ آپ ایک کا نام پوچھتے ہیں۔ ہم تمام صحابہؓ کا عقیدہ وکہاتے ہیں۔ اور اہل سنت وہی ہیں۔ جو ما انا علیہ واصحابی پہ کاربند ہیں۔"

اجماع صحابہؓ

پھر صحابہؓ کا پہلا اجماع بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کی وفات پر ہوا۔ اور وہ واقعہ یوں ہے۔ کہ جب نبی کریمؐ فوت ہوگئے۔ تو صحابہؓ میں ایک قلق واضطراب پیدا ہوا۔ حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی۔ اور کہنا شروع کیا۔ کہ جس نے کہا۔ کہ رسول کریمؐ فوت ہوگئے ہیں۔ اسکی گردن اڑا دونگا۔ سو اس غلطی کے ازالہ کیلئے حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر چڑھ کہ خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو! اگر تمہارا معبود محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ تو وہ فوت ہوگیا لیکن اگر تمہارا خدا وہ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے۔ تو وہ نہیں مرا۔ پھر ما محمد الا رسول قد خلت الخ آیت پڑھی اور لوگ رونے لگ پڑے بعض حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ عکرمہ بن عمرؓ نے کہا۔ کہ ہمارے مونہوں پر پردے تھے۔ وہ کھل گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ہمیں یہ آیت یاد ہی نہیں رہی تھی۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس آیت سے تمام انبیاء کی وفات پر استدلال کیا۔ اور صحابہؓ نے سُنا۔ اور تائید کی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس موقعہ پر وفات مسیحؑ کے عقیدہ پر اجماع ہوا ہے۔ کیونکہ اگر صحابہؓ سب کے سب یا بعض انمیں سے حضرت عیسےٰ یا اور کسی نبی کی زندگی کے قائل ہوتے۔ تو وہ فوراً حضرت ابوبکرؓ کے استدلال کی تردید کرتے۔ اور کہتے۔ کہ آنحضرت صلعم کی موت کیوں لازم ہے۔ جبکہ ابھی فلاں نبی زندہ ہے۔ لیکن صحابہؓ میں سے ایک شخص نے بھی حضرت ابوبکرؓ کے استدلال کی تردید نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صحابہؓ آنحضرتؐ سے پہلے نبیوں میں سے کسی نبی کی زندگی کے قائل نہیں تھے۔ (صحیح البخاری جلد ۵ صفحہ ۷ مطبوعہ مصر کتاب الفضائل باب فضل ابی بکرؓ)

پھر حدیث عن عائشۃ انہ قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبرائیل یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام

مرتین واخبرنی انه لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبله واخبرنی ان عیسے ابن مریم عاش مائة وعشرین سنة ولا ارانی الا ذاهبا علی راس ستین (مواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی جلد ا صـ۴۲)

(۲) شرح مواہب اللدنیہ علامہ محمد ابن عبد الباقی زرقانی مالکی جلد ا صـ۴۲)

پھر یہی حدیث ابن عمر سے اس طرح مروی ہے۔ عن ابن عمر ان عیسے عاش مائة وعشرین سنة کذا فی الاصابة اور حجج الکرامہ فی آثار القیامہ اور فاطمۃ الزہرا سے طبرانی نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ ما ثبت بالسنة صـ۴۹ مطبوعہ لاہور مصنفہ شیخ عبد الحق دہلوی نے اسطرح روایت کی ہے۔

"لم یکن نبی الا عاش نصف عمر اخیه الذی قبله وقد عاش عیسی خمسه وعشرین سنة ومائة" یعنی جو لوگ نبی کریمؐ کی عمر ۶۲ سال بتاتے ہیں۔ تو وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔ کہ نہیں ہوا کوئی نبی۔ مگر اس کی عمر پہلے نبی سے نصف ہوئی ہے۔ اور حضرت عیسےؑ ایک سو پچیس برس زندہ رہے۔ پس اس حدیث سے جو مندرجہ بالا کتب نے روایت کی ہے۔ روز روشن کیطرح ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری اپنی عمر پا کر دنیا فانی سے گذر چکے ہیں۔

پھر کتاب الفصل میں امام ابو محمد علی ابن حزم یوں فرماتے ہیں:۔

"وقد صح الاجماع والنص علی ان ارواح الانبیاء صلوات اللّٰه علیهم فی الجنة . . . . وکذلك ارواح الشهداء فی الجنة واخبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انه راٰهم لیلة اسری به فی السموات سماء سماء آدم فی سماء الدنیا وعیسی ویحیی فی الثانیة ویوسف فی الثالثة ادریس فی الرابعة وهارون فی الخامسة وموسی وابراهیم فی السادسة والسابعة صلی اللّٰه علی جمیعهم وسلم فصح ضرورة ان السموات هی الجنات" (کتاب الفصل فی الملل والاهواء والنحل ملا امام ابو محمد علی ابن حزم)

ترجمہ۔ اور یہ بات اجماع اور نص سے ثابت ہے۔ کہ ارواح انبیاء علیہم السلام

اور شہداء کے جنت میں ہیں۔ اور نبی کریمؐ نے خبر دی ہے۔ کہ میں نے انکو اسراء کی رات میں دیکھا کہ آسمانوں میں ایک ایک آسمان کر کے دیکھا ہے۔ آدمؑ پہلے آسمان میں حضرت عیسےٰؑ اور حضرت یحییٰؑ دوسرے میں اور حضرت یوسفؑ تیسرے میں حضرت ادریسؑ چوتھے میں اور حضرت ہارونؑ پانچویں میں اور حضرت موسیٰؑ وحضرت ابراہیمؑ چھٹے اور ساتویں میں۔

پس اس سے بالبداہت ثابت ہوگیا۔ کہ آسمان ہی جنات ہیں۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنت میں دوسرے انبیاء کے ساتھ پایا جانا مذکورہ بالا قول سے ثابت ہوگیا اور اس سے حضرت عیسےٰؑ کی وفات بھی ثابت ہوگئی۔ اور نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ جنت ایک ایسا مقام ہے جس سے پھر کوئی نہیں نکالا جائیگا۔ جیسا کہ آیات "واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السموٰت والارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجذوذ اور وفاکھۃ کثیرۃ لامقطوعۃ ولاممنوعۃ اور وماھم منہا بمخرجین سے ثابت ہے۔ کہ جو جنت میں داخل کیا جائے پھر اس سے نکالا نہیں جاتا۔ پس مسیح کا مندرجہ بالا قول کے مطابق جنت میں ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ اور پھر دنیا میں نہیں آسکتے +

سوال تیسرا۔ کیا خازن کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ مر گئے ؟ اور اگر وہ حیات مسیحؑ کے قائل ہیں۔ تو ان کی عبارت کا مطلب اسی طرح سمجھنا چاہئیے۔ جیسا کہ ذرا غور کے بعد ظاہر ہوسکتا ہے ؛

جواب۔ خازن کے عقیدہ کے ہم ذمہ وار نہیں۔ ہم نے تو آپکے مسلمہ متقدمین کی تفسیر سے ویوم یجمع اللہ الرسل کی تفسیر میں ایک قول نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیحؑ وفات پا چکے ہیں چنانچہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں دوسروں کے اقوال درج کرتے ہوئے ایک قول یہ بھی درج کرتے ہیں۔

وقیل معناہ لاحقیقۃ نعلمنا العاقبۃ امرھم لانا کنا نعلم ماکان من افعالہم واقوالہم وقت حیاتنا ولانعلم ماکان منھم بعد وفاتنا ولانعلم ما احدثوا من بعد نا ومنہ ما اخبر اللہ عن عیسےٰ علیہ السلام

لقولہ وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی "پس خازن نے یہ قول نقل کر کے بتا دیا ہے۔ کہ اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ اور کئے گئے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا باقی تمام رسولوں کے ساتھ ملکر یہ جواب دینا کہ میرے جیتے جی انہوں نے شرک وغیرہ نہیں کیا۔ ہاں اگر انہوں نے اپنے ربّ کے ساتھ شریک ٹھیرایا ہے۔ تو وہ میری وفات کے بعد ہوگا جس کا مجھے کچھ علم نہیں۔ ان معنوں کی رو سے وفات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ اگر ان کو زندہ تسلیم کیا جائے۔ اور پھر جا کر وہ کہیں۔ کہ لاحقیقۃ لعلمی لعاقبۃ امرھم لانی کنت اعلم ما کان من افعالھم واقوالھم وقت حیاتی غلط ثابت ہوگا۔ کیونکہ وہ تو دیکھ سکتے ہیں۔ کہ عیسائی تثلیث کے معتقد ہیں۔ پھر انکا قیامت کے دن کہنا۔ کہ مجھے ان کے شرک کا علم نہیں جھوٹ ہوگا۔ پس ہم نے خازن کی عبارت کو اس لحاظ سے نہیں پیش کیا۔ کہ اسکا یہی عقیدہ ہے۔ بلکہ ہم نے اسواسطے نقل کیا ہے۔ کہ اس آیت کے معنے کرتے ہوئے وفات مسیح کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ یا کم از کم اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔ کہ مسیح وفات پا چکے ؟

سوال چوتھا۔ جب موت کا لفظ آپ کے نزدیک دس معنی میں آتا ہے۔ تو توفی کے دو چار معنی میں آپ کیوں تامل فرما رہے ہیں۔ صاف کیوں نہیں کہدیتے۔ کہ توفی کا لفظ متشبہ ہے۔ جیسا کہ عالم خواب میں مرزا صاحب نے بھی مان لیا تھا ؟

جواب۔ موت کا لفظ دس معنوں میں ہمارے نزدیک ہی نہیں۔ بلکہ اہل لغت عرب کے نزدیک بھی آتا ہے۔ توفی کا لفظ متشبہ نہیں۔ اور آپکا باوجود مولوی فاضل ومنشی فاضل ہونے کے یہ لکھنا کہ توفی کے دو چار معنے میں آپ کیوں تامل فرما رہے ہیں مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ اگر موت کا لفظ چند معانی میں مشترک ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ توفی کا لفظ بھی چند معنوں پر مشترک ہے۔

سنئے! اہل لغت اس بات پر متفق ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو۔ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو۔ اور توفی کا لفظ بولا جائے۔ تو اس کے سوائے قبض روح کے اور معنے

نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہے:۔

(۱) توفاہ اللہ ای قبض روحہ (منتہی الارب صد ۴۳۵ جلد ۴)

(۲) توفی فلان وتوفاہ اللہ۔ ادرکتہ الوفات (اساس البلاغۃ جلد ۲ صد ۴۷۱)

(۳) توفی اللہ فلاناً۔ قبض روحہ۔ وتوفی فلانا مجہولاً۔ ای قبض روحہ ومات فاللہ المتوفی والعبد المتوفّٰی۔ (اقرب الموارد)

(۴) توفاہ اللہ۔ قبض روحہ (قاموس جلد ۴ صد ۳۰۱)

(۵) توفی فلان۔ ای مات (تاج العروس جلد ۱۰ صد ۳۹۴)

(۶) وتوفی فلان وتوفاہ اللہ اذا قبض نفسہ (لسان العرب جلد ۲۰ صد ۲۸۰)

(۷) توفاہ اللہ ای قبض روحہ (صحاح جوہری جلد ۲ صد ۵۲۳)

پھر خود مفسرین نے بھی متوفیک کے یہ معنے کئے ہیں۔ دیکھو:۔

(۱) متوفیک۔ ممیتک حتف انفک لاقتلاً بایدیھم (کشاف جلد ۱ صد ۴۰۶ مطبوعہ کلکتہ)

(۲) قابض لروحک (حاشیہ شیخ احمد صادی المالکی علی جلالین)

(۳) المراد بالتوفی حقیقۃ الموتُ (خازن)

(۴) توفی اللہ عیسٰی ابن مریم ثلٰث ساعات من النھار (تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ۱ صد ۳۶ قول وہب)

(۵) ان اللہ توفی عیسٰی سبع ساعات ثم احیاہ (درمنثور)

(۶) ممیتک حتف انفک لاقتلاً بایدیھم (روح البیان جلد ۱)

پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے۔ کہ توفی کے معنے قبض روح کے ہیں۔ لیکن آگے مفسرین کے دو مذہب ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں۔ کہ مسیح پہلے تین گھڑی یا سات گھڑی مر گیا۔ پھر زندہ کیا گیا۔ اس مذہب کو تو آیت حرام علی قریۃ اھلکنھا انھم لایرجعون۔ اور فیمسک التی قضی علیھا الموت۔ (مُردے زندہ نہیں ہو سکتے) رد کرتی ہے۔ اور دوسرا مذہب مفسرین کا یہ ہے۔ کہ:۔

متوفیک بعد میں ہے۔ اور رافعک پہلے ہے۔ اسے نبی کریم کا قول ابدؤا بما بدا اللہ رد کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ترتیب پائی جاتی ہے۔ اسی لئے اصول فقہ والوں نے قرآن مجید کو نظم لکھا ہے۔ کہ یہ موتیوں کی پروئی ہوئی لڑی کی طرح ہے بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح نہیں ؛

پس جب توفی کے معنے مذکورہ بالا قاعدے کے ماتحت قبض روح کے ہیں۔ اور سوائے اس کے اور کچھ معنے نہیں ہو سکتے۔ تو پھر توفی کے لفظ میں کیسا شبہ! اور آپکا خواب یا تو اضغاث احلام میں شامل ہے۔ یا محض کذب اور افترا ہے جیسا کہ باوجود مطالبہ کے حلف نہ لینے سے ظاہر ہے ؛

سوال پانچواں۔ توفی کا لفظ مع شرائط انتخاب آیۃ النوم میں پیش کیا جا چکا ہے۔ کیا آپ سونیوالے کو حقیقی مُردہ تصور کرینگے۔ اور جو آثار موت پر مترتب ہوتے ہیں۔ اس پر بھی مترتب کرینگے ؟

جواب۔ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی۔ اس آیت سے اسی قاعدہ کے ماتحت جو ہم چوتھے سوال کے جواب میں بیان کر چکے ہیں۔ ثابت ہوتا ہے۔ کہ توفی کے معنے تو قبض روح کے ہیں۔ نہ کچھ اور۔ لیکن قبض روح کی آگے دو صورتیں ہیں۔ کامل و ناقص۔ کامل تو موت کے وقت ہوتی ہے۔ اور ناقص نیند کے وقت۔ پس جہاں کہیں بھی مذکورہ بالا قاعدہ کے ماتحت محض توفی کا لفظ بلا کسی قرینہ کے استعمال ہوگا۔ وہاں کامل قبض روح یعنی موت کے لئے ہی ہوگا۔ جہاں توفی کے ساتھ لیل یا مناما یا ایسا ہی کوئی اور قرینہ آئیگا۔ جو نیند پر دلالت کریگا۔ وہاں ناقص قبض روح مراد ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں صرف دو جگہ توفی سے مراد ناقص قبض روح لی گئی ہے۔ ایک تو مذکورہ بالا آیت میں اس لئے کہ وہاں مناما اور لم تمت کا قرینہ موجود ہے۔ اور ایک آیت وھو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار۔ انعام ع میں کیونکہ اس میں توفی کے بعد لفظ لیل قرینہ ہے

لیکن جب توفی کا لفظ بغیر قرینہ صارفہ کے آئیگا۔ تو اس سے مراد حقیقی مرنا ہی ہوگا۔ اور کچھ نہیں۔ مسیح کیلئے توفی کا لفظ آیا ہے۔ تو وہ بغیر کسی قرینہ صارفہ کے آیا ہے۔ لہذا اس کے معنی حقیقی مردہ کے ہی ہونگے۔

مذکورہ بالا معنوں کی تائید تفاسیر سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھو ترجمان القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۵۰۔

"حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی خبر دیتا ہے۔ کہ وہ متصرف ہے وجود میں ساتھ اس شئے کے جو چاہتا ہے۔ اور وہی جانوں کو بڑی وفات دیتا ہے۔ ان نگہبان فرشتوں کے واسطے سے جنکو بھیجتا ہے۔ وہ ان کو بدنوں سے قبض کر لیتے ہیں۔ اور وفات صغریٰ وقت سونے کے ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وھو الذی یتوفکم باللیل الخ اللہ پاک نے اس آیت میں دونو وفات کا ذکر فرمایا صغریٰ کا پھر کبریٰ کا اور یہاں کی آیت میں کبریٰ کا ذکر کیا ہے۔ پھر صغرے کا۔ اور اسی لئے یوں فرمایا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس"۔ پھر دیکھو خازن جلد ۴ صفحہ ۶۸۔

"وقال علی ابن ابی طالب تخرج الروح عند النوم ویبقی شعاعھا فی الجسد فبذالک یری الرؤیا فاذا انتبہ من النوم عادت الروح الی الجسد باسرع من لحظۃ وقیل ان ارواح الاحیاء والاموات تلتقی فی المنام فتتعارف ماشاء اللہ تعالیٰ فاذا ارادت الرجوع الی اجسادھا امسک اللہ تعالیٰ ارواح الاموات عندہ وارسل ارواح الاحیاء الی اجسادھا الی حین انقضاء مدۃ اجالھا"

علی ابن ابی طالب نے فرمایا ہے کہ سونیکے وقت روح نکلجاتی ہے اور جسد میں اس کی شعاع باقی رہجاتی ہے۔ پس اسیوجہ سے وہ رؤیا کو دیکھتا ہے جب وہ نیند سے اٹھتا ہے۔ تو روح جسم کیطرف بہت ہی جلدی لوٹ آتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ زندوں اور مُردوں کے ارواح خواب میں ملتے ہیں۔ اور جتنا خدا

چاہتا ہے۔ وہ ایکدوسرے کو پہچانتے ہیں۔ پس جب ارواح اپنے اجسام کیطرف لوٹ آنیکا ارادہ کرتی ہیں۔ تو خدا تعالےٰ مردوں کی ارواحوں کو اپنے پاس روک لیتا ہے اور زندوں کے ارواح کو ان کے اجسام کی طرف ان کی اجلوں کی مدت کے ختم ہونے تک بھیجدیتا ہے۔" دیکھ لیجئے۔ توفی کے معنے اس آیت میں کیا کئے گئے ہیں۔ روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۴۹ اور مدارک برحاشیہ خازن جلد ۴ صفحہ ۴۶۔

فتوفی الانفس حین الموت وتوفیہا فی وقت النوم بمعنی قبضہا من الابدان وقطع تعلقہا بہا التعلق التصرف الا ان توفیہا حین الموت قطع التعلقہا بہا تعلق التصرف ظاہراً وباطناً وتوفیہا فی وقت النوم قطع لذالک ظاہراً"

پس انفس کی توفی کے معنی یہ ہیں۔ کہ ارواح کو ابدان سے قبض کیا جاتا ہے۔ اور ان کا ابدان سے تعلق تصرف کا قطع کیا جاتا ہے۔ لیکن موت کے وقت جو توفی ہوتی ہے۔ اس وقت تو تعلق تصرف کا ظاہر اور باطن دونوں سے قطع کیا جاتا ہے۔ اور سونے کیوقت جو توفی ہوتی ہے۔ تو اسوقت ظاہر میں ہی تعلق تصرف کا ابدان سے قطع کیا جاتا ہے۔

پھر آگے لکھا ہے۔ وجعل الزمخشری الانفس عبارۃ عن الجملۃ دون ما یقابل الابدان وحمل توفیہا علیٰ اماتتہا وسلب صحۃ اجزائہا بالکلیۃ فلا تبقی حیۃ حساسۃ دراکۃ حتی کانّ ذاتہا قد سلبت وحیث لم یتحقق لہذا المعنیٰ فی التوفی حین النوم لانہ لیس الا سلب کمال الصحۃ وما یترتب علیہ من الحرکات الاختیاریۃ وغیرہا قال فی قولہ تعالیٰ والتی لم تمت فی منامہا ای یتوفاہا حین تنام تشبیہا للنائمین بالموتیٰ ومنہ قولہ تعالیٰ وھو الذی یتوفّٰکم باللیل حیث لا تمیزون ولا تتصرفون"

اور زمخشری نے انفس کو روح اور بدن سے تعبیر کیا ہے۔ اور ان کی توفی کو ان کی امانت پر محمول کیا ہے۔ اور یہ انکی اجزا کی صحت بکلی مسلوب ہو جاتی ہے۔ اور جہاں توفی حین النوم میں یہ معنی متحقق نہیں ہوتے۔ وہ اسوجہ سے ہے۔ کہ اسمیں سلب کمال صحت کا ہوتا ہے۔ اور ان حرکات اختیاریہ کا جو اس پر مترتب ہوتی ہیں۔ خدا تعالےٰ نے

اپنے قول والتی لم تمت فی منامھا میں یہ بتایا ہے۔ کہ وہ ان کی روح کو قبض کرتا ہے۔ جبکہ وہ سوتے ہیں۔ سونیوالوں کو مُردوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اور اسی قبیل سے ہے خدا تعالیٰ کا قول وھو الذی یتوفٰکم باللیل کیونکہ بحالت نوم تمیز نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کسی قسم کا تصرف۔

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے کہ جس کی قبض رُوح کامل ہو وہی حقیقی مردہ ہے۔ اور جسکا قبض روح ناقص ہو۔ وہ حقیقی مردہ نہیں۔

سوال چھٹا۔ اگر کسی حدیث یا آیت یا اقوال صحابہ یا اقوال ائمہ مجتہدین اہلسنت میں سے کسی ایک کے قول سے بھی وفات مسیح کا کچھ بھی ثبوت ملتا ہوتا۔ تو مرزا صاحب اپنی کتاب ایام الصلح میں کیوں وفات مسیح پر صرف اپنا الہام پیش کرتے؟

جواب۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ایام الصلح کے ایک حصّہ میں وفات مسیحؑ کا ہی ذکر ہے جس میں آپ نے قرآن مجید اور احادیث اور اقوال آئمہ سے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ فاضل صاحب نے کن قضایا کو ملا کر یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے وفات مسیح پر اپنا الہام پیش کیا ہے۔ اس لئے قرآن مجید و احادیث وغیرہ سے وفات مسیح ثابت نہیں ہے حضرت مسیح موعودؑ اپنے الہام کے متعلق حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

"اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا۔ کہ حضرت عیسےٰ آسمان سے نازل ہونگے۔ اسلئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی۔ اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اسکے اس بارہ میں بارش کیطرح وحی الٰہی نازل ہوئی۔ کہ وہ مسیح موعودؑ جو آنیوالا تھا۔ تو ہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونو میری تصدیق کیلئے کھڑے ہوگئے۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اسطرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنیوالا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا۔ جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھدیا تھا۔ اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر

عرض کیا - تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا - کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے - اور آخری خلیفہ مسیح موعودؑ کے نام پر اسی اُمت سے آئیگا - اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے - تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی - اسیطرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کیلئے مجبور کر دیا - کہ میں اپنے تئیں مسیح موعودؑ مان لوں" حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے - کہ آپکا الہام کہ آنیوالا مسیحؑ تو ہی ہے - اس بات کا محرک ہوا ہے - کہ آپ قرآن مجید و احادیث وغیرہ میں اس مسئلہ کے متعلق غور کریں - تو جب آپنے غور کیا - تو بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے اور اقوال ائمہ سے وفات مسیحؑ کا پایا جانا ثابت ہوا - جیسا کہ آپنے ایام الصلح میں بہ تفصیل لکھا ہے ؛

سوال ساتواں - آیت تخاطب ہیں یا اس سے پہلے آیت الجمع میں لاعلمی کی بنیاد صرف قصر نفسی پر کیوں نہیں رکھی جاتی جیسے کہ خود آپنے بحوالہ خازن (لاحقیقۃ لعلمنا) نقل کیا ہے ؛

جواب - حکیم صاحب کی ذکاوت اور جلاوت قابل تعریف ہے - فرماتے ہیں :- انبیاء کا لاعلمی جتانا صرف قصر نفسی پر مبنی ہے - حکیم صاحب مولوی فاضل تو ہو چکے لیکن اتنا معلوم نہ ہوا - کہ قصر نفسی کہاں کی جاتی ہے - قصر نفسی گواہی اور شہادت کے وقت علیم و خبیر کے حضور میں نہیں کی جاتی -

یہ موقعہ تو ایسا ہے - کہ ءانت قلت للناس کے جواب میں حضرت عیسےٰؑ کو اپنی بریت کرنا ہے - پس قصر نفسی کر کے عتاب الٰہی سے نہیں بچ سکتے - اسی لئے تمام حقیقت حال عرض کرتے ہیں - ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ؕ اگر حکیم صاحب لاحقیقۃ لعلمنا کے ساتھ کی عبارت پڑھ لیتے - تو کبھی اس کو قصر نفسی پر محمول نہ کرتے - وہاں جو لاعلمی جتاتے ہیں - تو اسی بات کی کہ جو ان کی وفات کے بعد ہوا نہ کہ جو انکی موجودگی میں ہوا - جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے - جو خازن سے تیسرے

سوال کے جواب میں نقل کی گئی ہے۔ اگر آپ اس کو غور سے پڑھینگے۔ تو امید ہے۔ کہ آپ ضرور سمجھ جائینگے۔ کہ ان کا لاحقیقۃ لعلمنا کہنا قصر نفسی پر مبنی نہیں۔

سوال اٹھاونواں - حدیث لوکان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی کے ہوتے ہوئے آپ یہ کیوں لکھدیا کرتے ہیں۔ کہ نزول مسیح کے عقیدے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی نبوت سلب ہو جائیگی؟

جواب بیشک ہم کہتے ہیں۔ کہ نزول مسیح کے عقیدے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی نبوت سلب ہو جائیگی۔ لیکن ہمارے خلاف حدیث لوکان موسیٰ حیاً کو پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس حدیث سے یہ نہیں لازم آتا۔ کہ حضرت موسیٰ زندہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ لفظ لو امتناع الشئی کیلئے آتا ہے۔ اسلئے حضرت موسیٰ کا زندہ ہونا تو کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔ جب زندہ نہ ہوتے تو پھر اتباع بھی نہیں کر سکتے۔ پس اس حدیث میں محال کو فرض کر کے حکم لگایا گیا ہے۔ اور یہ قضیہ صادق ہے۔ کیونکہ قضیہ اتفاقیہ مقدم محال اور تالی صادق سے بھی ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ سلم العلوم مطبوعہ لاہور صہ ۱۵۳

وقد یکتفی فیھا الصدق التالی فقط فیجوز ترکیبھا من مقدم محال و تال صادق فان الصادق فی نفس الامر باق علیٰ فرض کل محال صرح بہ الرئیس" - یعنی قضیہ اتفاقیہ میں کبھی صدق تالی پر ہی کفایت کی جاتی ہے۔ پس اس کی ترکیب مقدم محال اور تالی صادق سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ صادق فی نفس الامر ہر محال کے فرض کرنے پر باقی ہے۔ یہ رئیس بوعلی ابن سینا کا مذہب ہے۔ پھر اس پر جو محشی نے لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"مثلاً ہم کہتے ہیں۔ کلما کانت الخمسۃ زوجا کان عددا" - کہ جب پانچ جفت ہونگے۔ تو وہ عدد ہونگے۔ اس پر ایک اعتراض ہوتا تھا۔ کہ محال کی دو قسمیں ہیں یا تو وہ بالنظر الی ذاتہ محال ہوگا۔ یا بالنظر الی امر آخر۔ پس تالی یعنی پانچ کا عدد ہونا اگرچہ بالنظر الی ذاتہ محال نہیں ہے۔ لیکن بالنظر الی المقدم (یعنی اگر پانچ

جفت ہیں) محال ہے۔ اس کا مصنف نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ صادق فی نفس الامر اس میں باقی ہے۔ اگرچہ اس میں محال فرض کیا گیا ہے۔ اور فرض محال صدق صادق کو مانع نہیں ہے"

پس اسی قاعدہ کی بناء پر نبی کریمؐ کا مذکورہ بالا قول ہے۔ اگرچہ اس میں مقدم محال ہے۔ لیکن تالی صادق ہے۔ پس حضرت موسےؑ کا زندہ ہونا تو محال ہے۔ لیکن اتباع کرنا تو صادق ہے۔ گو اس کا وقوع حضرت موسےٰ علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا۔

پس اس حدیث سے نبی کریمؐ کی اسطرح فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں۔ موسےؑ جو اپنے وقت میں ایک نبی تھا۔ اگر میرے وقت میں ہوتا تو ان کو نبوت نہ دیجاتی۔ بلکہ میں ہی نبی ہوتا۔ اور وہ میرے تابع ہوتا۔ ان ہمارے معنوں کی تائید مندرجہ ذیل حوالہ سے بھی ہوتی ہے۔

واللہ لو کان موسیٰ حیا بین اظہرکم ما حل لہ الا ان یتبعنی و فی بعض الاحادیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی فا لرسول محمد خاتم الانبیاء صلوات اللہ وسلام علیہ دائما الی یوم الدین ھو الامام الاعظم الذی لو وجد فی ای عصر وجد لکان ھو الواجب الطاعۃ المقدم علی الانبیاء کلھم ولھذا کان امامھم لیلۃ الاسراء لما اجتمعوا ببیت المقدس وکذلک ھو الشفیع فی المحشر (تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ مصر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ کی قسم اگر تم میں موسیٰؑ اسوقت زندہ ہوتا۔ تو اسکو سوائے میری اتباع کے اور کچھ جائز نہ ہوتا۔ اور بعض حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر موسےؑ اور عیسےؑ زندہ ہوتے۔ تو انکو میری اتباع کرنی پڑتی بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور وہ امام اعظم ہیں۔ اور آپؐ جس زمانہ میں بھی پائے جاتے۔ تو آپؐ کی اطاعت کا واجب ہونا تمام انبیاء پر مقدم ہوتا۔ اور اسی وجہ سے آپؐ اسراء کی رات بیت المقدس

ہیں جبکہ تمام نبی جمع ہوئے تھے - امام بنے - اور اسی وجہ سے آپ ہی قیامت کے دن شفیع ہونگے -

پس یہی معنی لو کان موسیٰ حیا کے ہیں - کہ اگر آپؐ کے وقت میں حضرت موسےؑ زندہ ہوتے یا حضورؐ اگر حضرت موسے علیہ السلام کے وقت میں ہوتے - تو باوجود حضرت موسےؑ کی اتنی روحانیت رکھنے کے حضرت موسےؑ کو آپؐ کا تابع بنایا جاتا - یہاں نبوت کا تو ذکر ہی نہیں -

اور اسی طرح الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مصنف امام عبدالوہاب شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے -

وقال فی الباب العاشر من الفتوحات فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد ادم ولا فخر انما کان صلی اللہ علیہ وسلم سید ولد ادم لان جمیع الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نواب لہ صلے اللہ علیہ وسلم من لدن ادم الی آخر الرسل وھو عیسےٰ کما ابان عن ذالک حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعھما الا اتباعی وصدق علیہ وسلم فی ذالک فانہ لو کان وجود بجسمہ من لدن ادم الی زمانہ موجودہ لکان جمیع بنی ادم تحت شریعتہ حسا ولھذا لم یبعث نبی الی الناس عامۃ الا ھو خاصۃ فجمیع شرائع الانبیاء بالحقیقۃ شرعہ

فتوحات مکیہ کے دسویں باب میں نبی کریمؐ کے قول پر کہ میں بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبی کریمؐ تمام بنی آدم کے سردار اس وجہ سے ہیں - کہ تمام انبیاء حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسےٰؑ تک آپؐ کیلئے بطور نواب کے ہیں جیسا کہ حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعھما الا اتباعی سے ظاہر ہے اور آپ اس قول میں سچے ہیں کیونکہ اگر آپ حضرت آدمؑ کے وقت سے لیکر اپنے زمانہ تک اپنے جسم کے ساتھ موجود ہوتے - تو تمام بنی آدم آپؐ کی شریعت کے ماتحت ہوتے - اور یہی وجہ ہے - کہ آپ ... ہی

ابنیا، خاص خاص قوم اور قطعہ زمین کیلئے آتے رہے۔ پس تمام ابنیاء کی شرائع درحقیقت آپ کی شرع ہے۔

پس یہی معنے حدیث لوکان موسیٰ حیًا کے ہیں۔ کہ اگر نبی کریم حضرت موسیٰ کے وقت زندہ ہوتے یا حضرت موسیٰ آپ کے وقت میں ہوتے۔ تو حضرت موسےٰ کو آپ کا تابع بنایا جاتا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا اس بات کو مستلزم ہے۔ کہ انکی نبوت مسلوب ہو جائیگی۔ اور یہ انکی ہتک ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ نبی ہی رہیں گے۔ تو یہ حسب عقیدہ آپ کے ختم نبوت کے خلاف ہے۔ ہاں اگر حضرت عیسےٰؑ کا دوبارہ آنا بھی بطور فرض محال کے مان لو۔ تو مانو اور وہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ محال کیلئے علمائے منطق نے لکھا ہے۔ کہ المحال من حیث ھو محال لیس لہ وجود فی الذھن ولا فی الخارج (سلم العلوم)۔ پس مسیح ناصری کا دوبارہ نزول بالکل ممتنع ہے۔

سوال نواں ۹ ۔ تواتر سیرت نبویہ اور احادیث نبویہ سے جب آنحضرت صلعم کی موت ثابت ہے۔ تو خواہ مخواہ دوسری مشکلات میں کیوں پڑتے ہو۔ کیا صرف جدت طبع دکھانا منظور ہے؟

جواب ۔ اگر تواتر سیرت نبویہ وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ثابت ہے۔ تو ہم کب کہتے ہیں۔ کہ آپ زندہ آسمانوں پر چڑھ گئے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم جیسا عظیم الشان شخص زندہ نہ رہا۔ تو مسیح ناصری کیسے اتنی مدت تک زندہ رہ سکتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے قد خلت من قبلہ الرسل فرمادیا ہے۔ سچ ہے۔ ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفون یثرب را نداوند ایں فضیلت را

اور

غیرت کی جا ہے عیسےٰ زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

سوال دسواں ؎ - حدیث امکان نبوت اور حدیث موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی سند آپ کیوں پیش نہیں کرتے تاکہ ناظرین کو تنقید کا موقع ملے؟

جواب (۱) حکیم صاحب فرمائیں - کہ امکان نبوت سے وہ کونسی حدیث مراد لیتے ہیں - اور حدیث لوکان موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو ہم ہی حدیث نہیں کہتے - بلکہ ہم تو آپ کے مسلمہ علماء کی کتب سے دکھاتے ہیں - کہ وہ اسکو حدیث کہہ رہے ہیں - آپ کہدیں کہ انہوں نے غلط لکھا ہے - اور انہوں نے جھوٹ بولا ہے نیز آٹھویں جواب میں دو حوالے پیش کئے جا چکے ہیں - ایک الیواقیت والجواہر سے اور ایک تفسیر ابن کثیر سے - پھر یہ حدیث مدارج السالکین مصنفہ امام ابن قیم جلد ۲ صہ ۳۱۳ اور شرح مواہب اللدنیہ زرقانی جلد ۶ صہ ۴۷ وغیرہ میں بھی آتی ہے - پس ہم سے سند آپ کیوں طلب کرتے ہیں - آپ کے مسلمہ علماء نے اسے حدیث لکھا ہے

جواب (۲) - دوسرا جواب یہ ہے - کہ جب مذکورہ بالا ائمہ نے اسکو حدیث لکھا ہے - تو ہم اسے قرآن مجید پر عرض کرتے ہیں - کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے -

"تکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف فردوہ"

کہ میرے بعد بہت سی احادیث بنجائینگی - پس جب کوئی حدیث مجھ سے تمہارے لئے روایت کیجائے - تو تم اسکو قرآن مجید پر عرض کرو - پس جو ان میں سے قرآن مجید کے موافق آئے تو اسکو قبول کرلو - اور جو مخالف ہو - اسکو چھوڑدو -

مذکورہ بالا حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہے - کیونکہ قرآن مجید سے مسیحؑ کی وفات ثابت ہے پس جیسے بڑے بڑے ائمہ نے نقل کیا ہے - اور حدیث قرار دیا ہے - کوئی وجہ نہیں ہے - کہ اسے حدیث تسلیم نہ کیا جائے - ہاں اگر قرآن کے خلاف ہوتی - تو پھر حدیث نہیں ہوسکتی تھی - چاہے سند بھی پیش کی جاتی - پس ہم سے آپ تو سند تب طلب کریں جب قرآن مجید کے خلاف ہو اور پہلے یہ لکھیں کہ مذکورہ بالا علماء نے جو اسکو حدیث سمجھا ہے - تو انہوں نے جھوٹ لکھا ہے؟ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ - (جلال الدین شمس مولوی فاضل سیکھوں)

یہ ہیرا سنگھ کون تھا؟

کہانیوں کی تیسری کتاب مرتبہ مسٹر مارسڈن و منشی سورج نرائن مہر میں ایک کہانی ان الفاظ میں چھپی ہے:-

رات کے اندھیرے میں ہیرا سنگھ بھاگ کر جنگل میں جا چھپا۔ دشمنوں نے اُسے شہر میں نہ پایا۔ تو جنگل میں ڈھونڈنے آئے۔ × × × اس نے خدا سے دُعا مانگی۔ کہ الٰہی مجھے بچا۔ پھر نیچے اتر کر چل کھڑا ہوا۔ چلتے چلتے ایک پہاڑی پر پہنچا۔ یہاں ایک چھوٹا غار تھی۔ اور اسمیں سے ہوکر نیچے ندی کو راستہ جاتا تھا۔ ہیرا سنگھ گپھا میں گھسا۔ اور نیچے گھاٹی میں اُتر کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ بچارا تھک کر چُور ہو گیا تھا۔ کہ وہیں پڑ کر سو رہا صبح اٹھا تو اس کے کان میں دشمنوں کی آوازیں آئیں۔ لیکن رات رات میں ایک مکڑی نے گپھا کے منہ پر جالا تن لیا تھا۔ ایک آدمی گپھا میں بھی ڈھونڈنے آیا۔ لیکن جب اس نے گپھا کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا دیکھا۔ تو سوچا کہ ہیرا سنگھ یہاں سے اتر کر نیچے گیا ہوتا۔ تو جالا پھٹا ہوا ہوتا۔ یہ سوچکر وہ گپھا سے باہر نکل آیا۔ دشمن ہیرا سنگھ کو نہ پا کر واپس چلے گئے۔ ہیرا سنگھ نے خدا کا شکر کیا۔ × × × دن بھر وہیں بیٹھا رہا۔ رات ہو گئی۔ تو نکل کر اپنے ماموں زاد بھائی کی ریاست کی راہ لی اور وہاں پہنچکر آرام وحفاظت سے رہنے سہنے لگا۔

دوسری کہانی اسی سلسلہ کی پانچویں کتاب میں ہے:-

راجپوتانہ میں ایک بیوہ رہتی تھی۔ اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ لڑکے کا باپ بڈھا ہوا۔ تو پچاس روپے چھوڑ مرا۔ × × جب لڑکے کی عمر ۱۶ برس کی ہوئی۔ تو ماں نے وہ ہنڈیا نکالی۔ اور روپیہ لڑکے کے حوالہ کر دیا روپیہ دیتے وقت کہا۔ کہ بیٹا یہ رقم تمہارا باپ چھوڑ مرا تھا۔ ....

مجھ سے اس بات کا اقرار کرو۔ کہ چاہے تمہاری جان پر ہی کیوں نہ بنے کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ . . . لڑکا جنگل میں چلا جاتا تھا۔ کہ یکایک کچھ آدمیوں نے آکر گھیر لیا۔ . . . ایک نے پوچھا۔ میاں لڑکے بتاؤ تمہارے پاس کتنا روپیہ ہے لڑکے نے کہا۔ بھائی! میرے پاس پچاس روپے ہیں۔ اور میں نے اپنی کمری میں چھپا رکھے ہیں . . . . قزاق سمجھا کہ یہ مذاق کرتا ہے۔ . . . قزاق اسے اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا۔ تو لڑکے نے کہا کہ میں آپکے آدمیوں سے دو دفعہ کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس ۵۰ روپے ہیں۔ سردار نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ کہ اس کی کمری اتارو۔ حقیقت میں اس میں پچاس روپے نکلے۔ . . . چوروں کا سردار بولا۔ لڑکے تیری ایسی چھوٹی عمر اور ماں کی اطاعت اس طرح کرتا ہے۔ میں بڈھا ہوگیا ہوں۔ مگر اب تک ایسا گنہگار بنا ہوا ہوں۔ کہ قزاقی کئے جاتا ہوں۔ آج سے میں بھی دیانت دار بنتا ہوں +

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ایسے کھلے کھلے تاریخی واقعات کو "ہیرا سنگھ" اور راجپوتانہ کے ایک لڑکے" کے نام میں چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس میں مسلمانوں کی دلآزاری کا پہلو مخفی نہیں +

"حسن نظامی کا تصوّف"

خواجہ حسن نظامی دہلوی سابق ایڈیٹر مرشد کی قرآن دانی تو ماہ فروری کے تشحیذ سے مبرہن ہو چکی۔ اب آپ کا تصوّف بلاحظہ ہو۔ جس کے گھمنڈ پر ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ گو آخر منہ کی کھائی۔ خواجہ صاحب نے ۲۲/۱۴ اپریل کے خطیب میں ایک مضمون لکھا۔ جس میں اپنی گیارہ منٹ سرگذشت لکھی۔ اس سرگذشت کا لفظ لفظ تصوف کا نکتہ راز بن کر رہ گیا۔ بارے بھلا ہوا ایک شاہد عینی کا جو اس خون آشام کھیل کی تمام ہٹیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے خطیب ۲ مئی میں یہہ چھپوایا۔ کہ خواجہ صاحب کے "مضمون کی پہلے کالم کی ستائیسویں اور اٹھائیسویں اور دوسرے کالم کی تیسویں اور چوبیسویں سطروں نے حقیقت حال کو آئینہ کر دیا" جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے:۔

"اس میخانہ میں ۔ ۔ ۔ جہاں میں نے گیارہ منٹ لگاتار ایک نہیں دو۔ جام مسلسل پیے تھے۔ پیتے وقت مجھے اس کی تمیز نہ ہوئی تھی۔ یا یوں کہنا چاہیے۔ کہ امتیاز نہ ہوا تھا۔ کہ آنکھوں کے گلاس جو مجھکو یہ بادہ پلاتے ہیں۔ اس قدر پینے کے بعد خالی نہ ہوئے۔ اور ویسے ہی چھلکتے رہے۔ یہی کرامت ان کی نہ تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ اعجاز ان میں تھا۔ کہ وہ دونو آڑے تھے۔ جھکے ہوئے تھے۔ اور اپنے اندر کی شراب سے ایسے مست تھے۔ کہ بار بار کبھی سر کے بل آگے کے رخ گرتے تھے۔ کبھی پیٹھ کے بل پیچھے کی جانب جھک جاتے تھے۔ مگر شراب کی ایک بوند ادھر ادھر نہ گرتی تھی۔"

ان گیارہ منٹ کے بعد جو پنجاب کے ایک بڑے شہر میں گذرتے تھے۔ اور جن میں پیر میکدہ کی حضوری میں ایک مغبچہ نے

میری بجھی ہوئی آگ کو کرید کر چمکایا۔ اور میری سوکھی ہوئی زبان کو چُلّو بھر شراب محبت سے سیراب کیا تھا"

انہی دنوں ہم نے الفضل میں اس کے متعلق کچھ لکھا تھا۔ مگر ہمارے دوستوں کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ اور ایک دم میں بیسیوں سوالات کر دئیے۔ لیکن ہمیں اس بارے میں جو کچھ معلوم تھا۔ وہ اسی مضمون میں عرض کر چکے تھے۔ اس لئے خاموش رہے۔ اور جواب نہ دے سکے۔ البتہ آج ایک کتاب نظر سے گذری جس کے پہلے صفحہ پر یہ عبارت ہے

التاج لتاج

"تاجداروں کے قصہ ہائے غم کا یہ چوتھا ایڈیشن بطور تاج عبرت کے اپنے ہونہار عزیز میر امتیاز علی تاج ایڈیٹر کہکشاں لاہور کی نگاہوں پر قربان کرتا ہوں۔ تاکہ بصارت بصیرت پیدا کرے۔ اور ان کی زندگی اپنے لقب تاج کی عارف ہو جائے"

بزم تاجداری کا قصہ گو

حسن نظامی

اس سے کچھ کچھ امید پڑتی ہے۔ کہ کہکشاں کے ذریعہ اس پر کچھ روشنی پڑے گی۔ اور عامۃ الناس کان تصوف کے اس بیش بہا ہیرے کو اسکی اصلی صورت میں دیکھ لینگے۔ جو بظاہر نہایت بے پروائی مگر بباطن کمال ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ رستے میں پھینکدیا گیا تھا۔ سات کروڑ مسلمانوں کے قائمقام "حلقہ نظام المشائخ" کے بانی کی دعا اکارت نہیں جا سکتی۔ جو اپنی زندگی کا عارف ہو۔ اور صاحب بصیرت و بصارت تصوف کے ایسے ایسے راز بھی وہی حل کرنے کا اہل ہے۔ س

اس چشم فسوں کار کی دزدیدہ نگاہی
ہے مایۂ صد نازشِ پنہانِ تمنّا

نوٹ۔ کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۰ء کی نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت مع محصولڈاک قریب سوا نو ملک بانٹ دی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کی جائیگی۔

پرانے تپ یا بخار کی گولیاں

چار یا پانچ ہی خوراک میں بخار بند ہو جاتا ہے۔ لرزہ بخار پرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھا رہتا ہے۔ جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کا رنگ پھیکا و میلا ہو جاتا ہے تھوڑی محنت سے کلیجہ کانپتا ہے سانس پھولتی ہے۔ کھانے کی خواہش و قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ تلی و کلیجہ کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے کبھی منہ اور کبھی پیروں میں ورم آجاتا ہے۔ اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں۔ قیمت ۳۲ گولیوں کی ڈبیہ ۸؍ محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵؍

دواؤں کے تیل

مذکورہ ذیل دواؤں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر ۱۵۰ کے فائدہ دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں۔ اور آسانی سے پی سکتے ہیں۔

(۱) روغن صندل۔ سوزاک کیلئے نہایت مفید ہے۔ قیمت ۶؍ — محصول ایک سے چار شیشی تک ۵؍

(۲) اجوائن کا تیل۔ ہیضہ بدہضمی کے لئے ایک ہی دوا ہے قیمت ۶؍ " " " ۵؍

(۳) روغن سونٹھ۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے ۸؍ " " ۵؍

(۴) روغن سونف۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے ۴؍ " " ۵؍

(۵) روغن دارچینی۔ یہ دارچینی کے بادام چھلکوں سے بنتا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے ۶؍ " " ۵؍

(۶) روغن لونگ۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے۔ اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے ۴؍ " " ۵؍

(۷) روغن لیمو۔ یہ گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیمو کا خوشبو دیتا ہے ۴؍ " " ۵؍

(۸) روغن پیپرمنٹ۔ پیٹ کے درد بدہضمی اور ریاح کے خارج کرنے میں یہ بہت مشہور دوا ہے ۱۰؍ " ۵؍

(۹) روغن الائچی۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی اور بھوک بڑھاتی ہے قیمت ۸؍ محصولڈاک ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۱۲ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ